سیرت سیدنا حضرت بلال

روضہ مبارک حضرت بلال رضی اللہ عنہ ۔ شام (دمشق)

صاحب تصانیف کثیرہ حضرت
شیخ القرآن والحدیث فیضِ ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی (رضوی) مدظلہ دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

سیرت مؤذن رسول

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ

از قلم

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولٰنا ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری

باھتمام: صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ جامع مسجد سیرانی بہاولپور

کتاب : سیرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ

مصنف : شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

پیسٹنگ و تصحیح کتابت : حافظ محمود احمد

ناشر : مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

پروف ریڈنگ : صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی

اہتمام طباعت : ایک نیک خاتون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الحمد للہ الذی نوّر القلوب بعشق المصطفٰی واضائہا بحبّ حبیبہٖ المجتبٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا وسید الرسل والانبیاء وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ الذین نصروہ لاعلاء کلمتہ العلیاء۔

امّا بعد! اس فقیر گدائے نبیٔ بدر منیر صلی اللہ علیہ وسلّم کو دوستوں نے فرمایا کہ سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصّل سوانحِ عمری مرتب کردیں۔ اگرچہ مصروفیات کی بناء پر تعمیل مشکل تھی لیکن صاحبِ سوانح کے صدقے مختصر ایّام میں چند اوراق معرض میں آئے، جو قارئین کی خدمت میں حاضرین کی خدمت میں حاضر ہیں۔

احادیث میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جوانوں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں اوّل الاسلام شمار ہوئے ہیں۔ شروع میں آپ نے اپنا اسلام چھپائے رکھا اور چھپ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن جب آپ کے اسلام لانے کی خبر امیّہ تک پہنچی تو اُس نے آپ کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔ اس سے آپ کا عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم خوب نکھرا اور آپ عاشقِ مصطفیٰ کے نام سے مشہور ہوئے۔

پیدائش

حضرت بلال کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپ کی کُنیت ابو عبداللہ یا ابو عمرو تھی۔ آپ سراۃ میں پیدا ہوئے یا مکّہ معظّمہ میں پہلا

ملہ مدارج النبوۃ ص ۱۰۲۳ ج ۲

قول راجح ہے کیونکہ سراۃ مکہ و یمن کے درمیان ایک مقام ہے اور وہ یمن کو قریب ہے مصنف داعی السماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب حضرت بلال کو نکاح کی ضرورت پیش آئی تو آپ سراۃ کو واپس لوٹے۔

آپ ہجرت سے تینتالیس[۴۳] سال قبل پیدا ہوئے۔ یہی قول صحیح تر ہے اور دیگر مختلف اقوال میں ہجرت سے پہلے آپ کی ولادت تینتیس[۳۳] سال بنتی ہے[۱]۔

آپ کی والدہ کے لیے مشہور ہے کہ وہ دینِ عیسیٰ علیہ السلام پر تھیں اور حبشیوں میں عالمہ عابدہ سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض فرنگیوں سے منقول ہے کہ ہم نے درس توحید امِ بلال سے لیا تھا[۲]۔

آپ کا ایک خالد نامی بھائی تھا۔ بعض نے لکھا ہے وہ آپ کا اسلامی مواخاتی[۲] بھائی تھا حقیقی بھائی نہیں تھا۔ نیز غفرہ نامی آپ ایک بہن تھی جو عمر بن عبداللہ عنہ کے نکاح میں آئیں بی بی غفرہ کے متعلق مزید کچھ معلوم نہیں۔

حضرت بلال رضؓ کا اسلام لانا

حضرت بلال کی تربیت قریش کے مشہور قبیلہ بنو جمح میں ہوئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس قبیلہ کے کسی سردار کے غلام تھے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح اور مشہور تر یہ ہے کہ آپ اُمیّہ بن خلف کی غلامی میں تھے[۳]۔ ایسے ہی آپ کا والد اور والدہ دونوں اسی کے غلام تھے۔

آپ صادق و قدیم الاسلام اور طاہر القلب تھے۔ ابتدائے اسلام میں کُفارِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کمزور و ضعیف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اذیتیں دیتے تھے، تاکہ وہ

---

[۱] داعی السماء صہ ۹۲/۹۳۔ ایضاً۔ [۲] یعنی وہ بھائی چارہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے موقع پر صحابہ کرام کے درمیان مقرر فرمایا تھا [۳] داعی السماء صہ ۹۴

اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ اِن ناتوانوں میں ایک بلالؓ بھی تھے۔ آپ نے اگرچہ اسلام کو مخفی رکھا لیکن بالآخر ظاہر ہو ہی گیا۔ آپ کا مالک اُمیہ آپ کو سخت تکالیف پہنچانے پر تُل گیا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ بلال کو بہت چاہتا تھا اور آپ پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ بُت خانے کا انچارج بھی آپ کو مقرر کیا ہوا تھا۔ جب خُدا تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کو دولت ایمان سے نوازا تو بُت خانے میں بھی خدا کی عبادت کرتے تھے۔ دوسرے لوگ بُتوں کو اور بلالؓ اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرتے تھے۔

حضرت بلال کے عشق کا امتحان

جب اس بات کی اُمیہ کو اطلاع ملی جو کہ اسلام کا سخت ترین دشمن تھا تو اُس نے آپ کو اپنے عہدہ سے معزول کر دیا اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں، اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مر جائیں، یا اگر زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں۔ مگر وہ اِس حالت میں بھی اَحَد اَحَد کہتے تھے۔ یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے روز ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تھا۔ تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ عذاب دینے والے اُکتا جاتے۔ کبھی ابوجہل کا نمبر آتا۔ کبھی امیہ بن خلف کا، کبھی اور کا۔ اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی عنہ اسلام کی خبر سنتے ہی اسلام لے آئے۔ اُس ازلی بدبخت نے اپنے غلاموں کو حکم کیا کہ دن چڑھے

---

[1] اسد الغابہ   [2] تفسیر عزیزی

بلال کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھو دیا کرو۔ اور جب آفتاب خوب گرم ہو تو دھوپ میں انہیں چت لٹا کر سر سے پاؤں تک ان پر گرم پتھر رکھ دیا کرو۔ تاکہ ہل نہ سکیں۔ اور ان کے گرد آگ لگا دیا کرو۔ کہتے ہیں کہ جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ جاتا اور گرمی کی شدت سے زمین تنور کی طرح ہو جاتی تو حضرت بلال کو مکہ کی پتھریلی زمین کے کھلے میدان میں لے جایا جاتا تھا اور ننگا کر کے سخت دھوپ اور ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا جاتا اور وہ ریت اور پتھر جن پر گوشت بھونا جا سکے ایسے وقت میں وہ بدبخت آپ سینے پر پتھر اور ریت ڈلواتے تاکہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ لیکن آپ پر سختیاں جس قدر تیز ہوتیں آپ مستیٔ عشق اور زیادہ غالب آتی۔ اور ایسا اوقات امیہ کا رویہ اور سخت ہوتا۔ آپ کو مکہ کے لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا۔ وہ آپ کو گلی کوچوں میں جھکڑ دیتے پھرتے اور یہ تھے کہ "ایک ہی ایک" کی رٹ لگاتے تھے۔ اور نہ صرف دن کو بلکہ جب شام ہوتی تو آپ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اندھیرے میں رکھا جاتا اور حکم ہوتا کہ باری باری انہیں کوڑے مارے جائیں۔ تا صبح ان سے مار کو موقوف نہ کیا جائے۔ کئی روز تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی مصیبت جانکاہ میں گرفتار رہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دن حضرت بلال رضی عنہ کے پاس سے گذرا تو وہ ازلی بدبخت امیہ آپ کو مذکورہ بالا طریقہ سے مار رہا تھا اور کہتا تھا کہ بتوں پہ پہ ایمان لائے ورنہ جان سے ختم کر دونگا۔ آپ جواب دینے میں بتوں سے بیزار ہوں۔ یہ سن کر اس خبیث کا غصہ اور تیز ہو جاتا۔ پھر میں نے دیکھا وہ آپ کے سینے پر چڑھ گیا اور دوزانو بیٹھ کر زور سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کی سانس بند ہو گئی اور بے حس و حرکت پڑے محسوس ہونے لگے۔ میں سمجھا آپ فوت ہو گئے۔ میں جس کام کو جا رہا تھا اُسے پورا کر کے واپس لوٹا تو تا حال آپ بے ہوش پڑے تھے۔ میرے آتے وقت اچانک آپ ہوش میں آئے تو اس ازلی بدبخت نے پھر پوچھا اے بلال بتوں پہ ایمان لاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے

آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہا لیکن میں کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس لیے کہ بوجہ ضعف و نقاہت آپ کی آواز بالکل نہ ہونے کے برابر تھی۔

سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں۔ میں نے اُس شخص سے سُنا جس نے حضرت بلال رض سے سُنا تھا۔ حضرت بلال نے بتایا کہ اس اُمیہ نے ایک روز مجھے موسم گرما میں باندھ کر تمام رات اسی حالت میں رہنے دیا۔ پھر دوپہر کے وقت ننگا کر کے دھوپ میں سنگریزوں پر ڈال دیا اور گرم پتھر لا کر میرے سینے پر رکھ دیئے جس سے میں بیہوش ہوگیا معلوم نہیں کس شخص نے وہ پتھر میرے سینے سے دُور کیے۔ جب مجھے ہوش آیا تو شام ہوچکی تھی۔ میں نے خُدا کا شکر ادا کیا اور کہا وہ مصیبت بھی کیسی نعمت ہے

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ خبیث لوہے کی سلاخیں گرم کر کے آپ کی زبان پر رکھ کر کہتا۔ اب تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا چھوڑ دے لیکن آپ زیادہ "محمد محمد" کہتے۔ یہاں تک کہ بیہوش ہوجاتے۔ حضرت بلال کا بیان ہے کہ ایک روز اُس خبیث نے نے مجھ پر ظلم ڈھایا کہ اُونٹ کے بالوں کی ایک پچاس گز لمبی رسی میری گردن میں ڈال کر مکہ کے لڑکوں کو پکڑا دی وہ مجھے اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کھینچتے پھرے یہاں تک کہ میری گردن زخمی ہوگئی۔ اس کے بعد مجھے خُدا تعالےٰ نے اس سے نجات دی۔

ورقہ بن نوفل کا ایک روز اسی حالت میں حضرت بلال رض پر سے گذر ہُوا اور ان کی یہ حالت دیکھ کر ٹھہر اُٹھے۔ ذرا دیر کھڑے ہو کر ان کی احد احد کی پُکار سُنی اور کہنے لگے کہ بخدا اے بلال "احد احد" کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مروی ہے کہ ابوجہل ملعون نے حضرت بلال کو دیکھ کر کہا کہ تم بھی وہی کہتے ہو جو محمد کہتے ہیں پھر اُنہیں پکڑ کر منہ کے بل گرا کر دھوپ میں لٹا دیا اور چکی کا پاٹ رکھ دیا اور وہ احد احد پکارتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح نے فرمایا کہ ایک دن وہاں سے حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا تو امیّہ کے گھر سے آہ وزاری کی آواز آرہی تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بلال کے ساتھ ظلم وستم ہورہا ہے۔ آپ نے امیّہ کو ملامت کی کہ تیرا اس کام سے کیا سنورتا ہے۔ اسے عذاب نہ دے۔ امیّہ نے کہا میں نے اسے زر دے کر خریدا ہے۔ تیرا جی چاہتا ہے تو اسے خرید لے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک رومی "سنطاط" نامی غلام تھا جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوتِ اسلام قبول نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا وہی غلام مع چالیس اوقیہ لے کر بلال میرے حوالے کردو۔ امیّہ نے قبول کرلیا۔ سودا ہوجانے کے بعد امیّہ ہنسنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا تو کہا تم اتنے زیرک زمان ہو آج اس قدر گھاٹے میں رہے کہ مجھے بیش بہا قیمتی غلام مع چالیس اوقیہ دے کر ایک بیکار غلام لیا جسے میں ایک درم کے عوض بیچنے کو تیار تھا۔ حضرت صدیق اکبر عنہ نے فرمایا "بخدا آج تو مجھ سے بلال کے عوض یمن کی بادشاہت بھی مانگتا تو وہ بھی تجھے دینے کو تیار تھا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال کی گرد وغبار کو اپنی چادر سے صاف کیا اور امیّہ کے سامنے اُسے نیا لباس پہنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے لِلّٰہ اسے آزاد کیا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں زندگی بسر کریں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں جدائی نہیں چاہتا۔ آپ یہ شرط چاہیں لکھیں یا نہ لکھیں [1]

بلال رضی عنہ کی استقامت واستقلال کا ان کو یہ صلہ ملا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بنے اور سفر وحضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی اور میں سمجھتا ہوں ان کو اور بھی مراتب وکمالات نصیب ہوئے ہونگے۔ لیکن میرے نزدیک ان کا یہی مرتبہ تمام مراتب سے بڑھ کر ہے۔

مولانا روم مذکورہ بالا حالات مختلف تفاسیر میں سورۂ والّیل پارہ

---

[1] تفسیر مواہب الرحمان صہ ۵۲۳ پارہ

عمّ بتسا‌ءلون اور کتب سِیَر میں واقعات قبل ہجرت میں لکھتے ہیں لیکن جو نقشہ مولانا روم نے کھینچا ہے وہ انہی کا حصّہ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے[1]۔

امیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سستے داموں خریدا۔ وہ آپ سے دن بھر بیگار لیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سرکار ابد قرار کی زیارت کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ جسم کافر کا غلام تھا لیکن روح بلال زلفِ مصطفےٰ کی اسیر بنتی۔ وہ تمام دن اپنے مالک کا کام کرتے رہتے لیکن دل یادِ مصطفےٰ کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ "دست بکار دل بیار"

ایک دن جوشِ محبت میں حضرت بلال رضی عنہ احد احد اور محمّد محمّد کے نعرے لگانے لگے۔ امیہ نے سُنا تو مارنے لگا ع

کہ چرا تو یادِ احمد می کنی   بندۂ بد! منکرِ دینِ منی
می زد اندر آفتابش او بخار   او احد میگفت بہر افتخار

اور بولا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو کیوں پکار رہا ہے؟ اے بڑے غلام کیا تو میرے دین کا منکر ہے؟ مالک سخت دھوپ میں آپ کو کانٹوں کے ساتھ مارنے لگا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ بڑے افتخار کے ساتھ احد احد پکارنے لگے۔ اسی دوران حضرت صدیق اکبر بھی تشریف لائے۔ آپ بلال رضی اللہ کا حال دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے دوسرے دن بھی آپ نے یہی منظر دیکھا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو علیحٰدگی میں مشورہ دیا کہ تمہارا مالک کافر ہے اس کے سامنے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام مبارک نہ لیا کرو۔ اپنے محبوب کو دل ہی دل میں یاد کر لیا کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "نہیں صدیق! یہ میرے بس کا روگ نہیں۔ رہی بات امیہ کے ظلم وستم کی اس کی مجھے قطعًا پرواہ نہیں۔ وہ مجھے شہید بھی کر ڈالے تو میرا ہر بُنِ مُو یار کا نام پکارے گا۔ ع

---

[1] پوری نظم مع شرح کتاب "صدائے نودی" شرح مثنوی معنوی پڑھیئے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ

جفا جو عشق رسول میں ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں۔

بلال کے خریدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت بلالؓ کا حال سُنایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی محبت کے جرم میں بلالؓ ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ امیہ انہیں تپتی ریت پر لٹاتا ہے۔ کانٹوں کے ساتھ مارتا ہے۔ ان کا جسم زخموں سے چُور ہو جاتا ہے لیکن وہ آپ کا نام لینا نہیں چھوڑتے۔ حضور یہ ظلم مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔" تو پھر کیا کیا جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ صدیق اکبر نے عرض کی "میں انہیں خرید لیتا ہوں۔ امیہ جتنی رقم طلب کرے گا میں ادا کر دونگا۔ آپ یہ سُن کر مسرور ہوئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ بلال کو خرید لاؤ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آدھی رقم تم ادا کرنا آدھی رقم میں ادا کروں گا۔

صدیق اور اُمیہ کی گفتگو

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُس کافر کے مکان پر گئے آپ نے دستک دی۔ امیہ باہر آیا حضرت صدیق اکبر نے امیہ سے کہا کہ تو بلال کو ناحق کیوں مارتا ہے۔ امیہ نے کہا کہ اگر تم بلال پر اتنے مہربان ہو تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے؟ صدیق اکبر نے فرمایا کہ میں تیار ہوں۔ میرا ایک غلام ہے جو یہودی ہے بہت حسین ہے۔ تم اُسے لے لو اور بلال مجھے دے دو۔ آپ نے سفید فام غلام کو منگایا تو اُمیہ اُسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ صدیق بلال میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں کہنے لگا غلام کا سودا غلام کے بدلے اس طرح ہوگا کہ تم مجھے کچھ رقم بھی ساتھ دے دو۔ حضرت صدیق نے مطلوبہ رقم اور اپنا غلام دے کر بلال کو لے لیا۔ اُمیہ خوش تھا کہ اس نے کالے غلام کے عوض نہ صرف رقم کثیر حاصل کی ہے بلکہ ایک گورا غلام بھی لے لیا ہے۔ اس کی نظر میں یہ تجارت منفعت بخش تھی۔ ادھر صدیق بھی بہت خوش تھے کہ میں نے پتھر کے بدلے موتی لے لیا۔ بلالؓ کو لے کر جب صدیق واپس لوٹے تو امیہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تم نے بلال کی قیمت خود بڑھائی ہے۔ اگر میں تمہارے اس شوق کو نہ دیکھتا تو اسے چند درہموں کے

بدلے بیچ ڈالتا۔ حضرت صدیق نے فرمایا تمہاری نظر میں بلالؓ کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟ تمہاری نظر اس کے رنگ پر تھی اور ہماری نظر اس کی روح پر ہے۔ میں نے تو یہاں تک ارادہ کر رکھا تھا کہ تو لاکھوں درہم بھی کیوں نہ مانگ لے میں بلال کو ضرور خرید دوں گا۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ | نرخ بالا کن کہ ارزاں ہنوز

اے محبوب تو نے کہا ہے کہ دونوں جہاں میری قیمت ہیں۔ اپنی قیمت بڑھا کیونکہ ابھی تک تو سستا بک رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی بے تابی کے ساتھ صدیقؓ و بلالؓ انتظار فرما رہے تھے آپ کی نگاہیں بار بار اٹھتی تھیں۔ سبحان اللہ احسن مصطفےٰ اور منتظر عشق بلال تھا۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلال کو لے کر بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے جب عاشقِ زار اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا تو اس کا کیا حال تھا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :-

چوں بدید آں روئے خستہ مصطفےٰ	گفت طلبتم فادخلوھا بابھا
چوں بلال ایں را شنید از مصطفےٰ	خر مغشیاً فتاد او برقفا
تا دیرے خود وبے ہوش ماند	چوں ہوش آمد ز شادی اشک راند
مصطفےٰ اش در کنار خود کشید	کس چہ داند بخششے کورا رسید
ماہئ پژمردہ در بحر او فتاد	کاروان گم شدہ از رہ رشاد

یعنی جب خستہ حال بلال نے رخِ مصطفےٰ پر نظر ڈالی تو سرکار دو جہاں نے فرمایا تمہیں مبارک ہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت بلال یہ سن کر بے ہوکر گر پڑے۔ کافی دیر تک بیہوش رہے۔ ہوش آیا تو مسرت کے آنسو بہانے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو آغوش میں لے لیا۔ کوئی کیا جانے کہ اس وقت حضور نے بلال پر کیا کیا نوازشیں کر دیں۔ بالآخر ماہئ بے آب سمندر میں آگئی اور کاروان گم گشتہ کو منزل مل گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے تو کہا تھا کہ آدھی

رقم میں ادا کروں گا اور آپ اکیلے ہی بلال کو خرید کر لے آئے۔ حضرت صدیق کا جواب دانائے روم کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے!

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو — کردمش آزاد من بر روئے تو

تو مرا میدار بندہ و یار غار — ہیچ آزادی نخواہم زینہار

کہ مرا از بندگی آزادی است — بے تو بر من محنت و بیداری است

چوں ترا دیدم من اے روح البلاد — مہر ایں خورشید از چشم فتاد

عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے بندے ہیں۔ میں آپ کے سامنے بلال کو آزاد کرتا ہوں۔ آپ مجھے اپنا بندہ اور رفیق خاص رکھیے۔ مجھے آزادی سے کیا سروکار کیونکہ آپ کی بندگی میں ہی میری آزادی ہے۔ آپ کے بغیر مجھ پہ ظلم اور دشواری ہے۔ اے جانِ عالم! جب میں نے آپ کو دیکھا تو میری نظر سے سورج کا وقار گر گیا۔

ازالۂ وہم: حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کی روایات پہ بعض کند مزاج اعتماد نہیں کرتے بلکہ کہہ دیتے ہیں یہ احادیث نہیں تخیّلاتِ شاعرانہ ہیں (معاذ اللہ) یہ ان کی بدبختی اور شومئ قسمت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جھوٹی روایت بیان کرنا کسی طریقے سے بھی جائز نہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ شاعر کیوں نہ ہو۔ اس مختصر عرض کے بعد یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حصّہ لینے کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ اس کی مندرجہ ذیل روایت مؤیّد ہے۔

شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر سے ملے اور فرمایا اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا۔ اس کے بعد شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلال کو اس حالت میں خریدا کہ وہ ایک بہت بڑے پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خریداریِ بلال بھی ترغیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ کیونکہ اوپر کی روایت

کے بعد ہی حضرت ابوبکرہ خریداریٔ بلال کے لیے کوشاں ہوئے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اظہارِ خریداری کے بعد ہی فوراً حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ملے اور ان سے کہا میرے لیے بلال کو خرید لیجیے۔ اس کے بعد حضرت عباس امیہ بن خلف کی بیوی کے پاس گئے کیونکہ وہ اس کی ملے پالک تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنے اس غلام کو جس کا نام بلال ہے قبل اس کے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے اور تم اس کی قیمت سے محروم ہو جاؤ میں اس کا خریدار ہوں۔ اُس نے کہا تم کیا کروگے وہ بڑا خبیث (معاذ اللہ) غلام ہے۔ کسی کام کا نہیں۔ دوسری مرتبہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عباس کو ملے اور یہی بات دوبارہ کہی۔ اس کے بعد حضرت عباس نے انہیں خریدا اور صدیق کے ہاں بیچ دیا[۱]۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا کرتے تھے۔ ابوبکر سیّدنا اَعْتَقَ سَیّدنا[۲] یعنی بلال۔ یعنی صدیق ہمارے سردار ہیں جنہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا۔

حضرت بلال پر اُمیّہ کے ظلم وستم کا خلاصہ:-

امیہ نے جس قدر ظلم حضرت بلالؓ پر ڈھائے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکّہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن میں نمایاں ہو جاتا۔

۲۔ وادیٔ مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھت پر رکھ دیا جاتا۔

۳۔ مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔ ۴۔ اور دھوپ میں بٹھایا جاتا۔ بھوکا رکھا جاتا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں "احد احد" کے نعرے لگاتے تھے"

"احد احد" کے نعرے لگا تے تھے۔

حضرت بلال کے اُمیّہ بن خلف کا حشر:

حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کمالات و مراتب منجانب اللہ نصیب ہوئے وہ سب کو معلوم ہیں۔ ان کی تفصیل ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ یہاں پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اُمیہ کا بدانجام معرض تحریر میں لایا جائے تاکہ معلوم ہو کہ دشمنان اسلام کو کیا سزا ملتی ہے مروی ہے کہ ایک دن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت میں سے کئی زرہ ملیں انہیں وہ لئے ہوئے چلے آرہے تھے۔ راستے میں اُمیہ بن خلف جمحی اور اُس کا بیٹا بندھے ہوئے قیدیوں میں بیٹھے تھے۔ ان دونوں باپ بیٹوں اور عبدالرحمٰن میں بڑی دوستی تھی۔ عبدالرحمٰن کو دیکھتے ہی وہ دونوں پکار اُٹھے کہ اے عبدالرحمٰن اگر ان زرہوں سے زیادہ ہم دونوں تجھے پیارے ہیں تو ہم کو قتل ہونے سے بچا۔ عبدالرحمٰن کو دوستوں کا خیال آگیا۔ زرہ تو ہاتھ سے پھینک دیں اور اُن دونوں کا ہاتھ پکڑ کے آنحضرت کے پاس اُن کی سفارش کے لئے لے چلے۔ مگر آنحضرت تو پہلے ہی اُمیہ کی نسبت پیشین گوئی کر چکے تھے کہ وہ میرے اصحاب کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ پھر بھلا وہ بچتا کیسے اب قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ حضرت بلال اُمیہ کے غلام تھے اور یہ اُن کو بہت ستایا کرتا تھا۔ کہیں رستہ میں مل گئے اور حضرت بلال بے تحاشہ پکار اُٹھے کہ مسلمانو! دیکھو خدا اور رسول کا دشمن اُمیہ یہ جاتا ہے۔ لوگ دوڑ پڑے اور دونوں باپ بیٹوں کو مار ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن ہزار شور و غل مچاتے رہے مگر کسی نے ایک نہ سُنی۔ عبدالرحمٰن بولے اے بلال رحمت خدا کی ہو تجھ پر تُو نے میری زرہیں بھی کھوئیں اور میرے قیدیوں کو بھی قتل کرا دیا۔

ہجرت بلال جیسے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم مکہ معظمہ سے مدینہ مکرمہ ہجرت کر کے چلے آئے۔ ان میں حضرت بلال بھی تھے۔ حضرت بلال

اور چند دیگر صحابہ کو حضور علیہ السلام نے اپنی ہجرت سے پہلے ہی مدینہ طیبہ کو روانہ فرمایا اور حضرت بلال اور دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی آب وہوا کی ناخوشگواری کی وجہ سے بیمار پڑ گئے اور ایک ہی منزل حضرت ابوبکر حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو ٹھہرایا گیا اور تینوں بخار کی لپیٹ میں آ گئے جب حضرت بلال کو بخار سے افاقہ ہوا تو گھر کے صحن میں ترنم سے مندرجہ ذیل اشعار گاتے تھے۔

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃً   بفخ وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوما میاہ مجنۃً   وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

عشق کا اوّلین سرمایہ

حضرت بلالؓ مکہ معظمہ کی دھرتی کو نہ صرف اس لیے یاد کرتے تھے کہ یہاں بخار کی لپیٹ میں آ گئے اور وہاں تندرست تھے۔ بلکہ وہاں آپ کی نشوونما ہوئی اور حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے اور انسان کو بچپن کا وطن خوب یاد آتا ہے اگرچہ وہاں دشمنانِ اسلام سے تکالیف اور ایذائیں پائیں لیکن محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین جلوہ بھی وہاں نصیب ہوا اور یہی ان کے نزدیک محبوب ترین سرمایہ تھا۔ اسی لیے اپنے عشق کے اولین سرمایہ کو یاد کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو آزاد کرنے کے بعد شرط لگائی تھی کہ آپ نے ہمیشہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رہنا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہی جواب دیا کہ آپ فرمائیں یا نہ میرے جذبات شوق نے مجھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔ اسی لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طور تا زیست حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے اور آپ نے بھی انہیں اپنے خاص خدام میں تقرر فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خدام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لسٹ میں لکھا ہے لیکن

خصوصیت سے اہم اعلانات آپ کے ذمہ تھے۔ چنانچہ سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی قسم کا اعلان کرانا چاہا تو اس خدمت کی سرانجامی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی۔

مؤذّن کی حیثیت سے تقرّر

مکّہ شریف سے ہجرت کے بعد حضورؐ نے حضرت بلال رضؓ کا ایک خاص خدمت کے لیے انتخاب کیا مدینہ منوّرہ میں حالات مکّہ سے کہیں بدلے ہوئے تھے۔ یہاں مکّہ کی سی بے لبسی اور مجبوری نہ تھی۔ بنیادی اصولوں کی تدوین شروع ہوگئی۔ مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ عبادت کو ایک خاص شکل دی گئی۔ نماز کے لیے منادی کا ذریعہ اذان قرار پایا۔ اذان دینے پر مامور ہونا کوئی معمولی شرف نہ تھا اور حضورؐ نے یہ شرف بلالؓ ہی کو عطا فرمایا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت بلال رضؓ کی آواز نہایت جاذب اور دلکش ہونے کے علاوہ بہت بلند تھی۔ حضرت بلال اذان دیتے اور جہاں جہاں تک آواز پہنچتی لوگ بے اختیار اپنے کام کاج چھوڑ اذان سُننے لگ جاتے (طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث) میں تو یہاں تک روایت ہے کہ مرد، عورتیں اور بچے گویا کشاں کشاں ان کے پاس پہنچتے اور گرد جمع ہونے لگتے۔ اس کے بعد آپ آستانۂ نبوت پر جا کر بعد ادب و احترام "حیّ الصّلوٰۃ حیّ علی الفلاح" کہتے۔ حضور تشریف لاتے اور تکبیر کے بعد نماز ہو جاتی۔

اذان کا آغاز

اذان کی مشروعیت سے پہلے "الصلاۃ جامعۃ" سے پکارا جاتا[1] اور اذان کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ طیبہ سنہ ۱ھ یا سنہ ۲ھ میں کیا۔ مشہور یہ ہے کہ تعینِ نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں سے مشورہ

---

[1] اور یہ الفاظ بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکارتے تھے۔

کیا کہ اس کی کونسی صورت اختیار کی جائے۔ کسی نے ناقوس بجانے کا مشورہ دیا جیسا
کہ نصاریٰ نماز کے لیے بجاتے ہیں۔ کسی نے کہا یہود کی طرح یعنی سینگ پھونکا جائے۔
کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہیئے۔ اس پر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ
(جنہیں صاحب الاذان کہا جاتا ہے) نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد آسمان سے نیچے
اُترا۔ اُس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اُس سے کہا "اے بندۂ خدا
اسے بیچتے ہو"۔ اُس نے پوچھا تم اِسے کیا کرو گے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں اس سے
نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا۔ اُس نے کہا میں تمہیں اِس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں۔ تو
اُس نے اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک مخصوص کیفیت کے ساتھ سکھایا۔ اسی طرح اقامت بھی
سکھائی۔ جب اُنہوں نے صبح کی، تو اپنا خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا الرؤیا حق ہے انشاء اللہ تعالےٰ۔ جاؤ حضرت بلال کو بلاؤ اور
یہ کلمات بتاؤ۔ اِس لیے کہ اس کی آواز بلند تر، نرم تر، شیریں تر ہے۔ اور جب حضرت عمر
رضی نے آواز سُنی تو دوڑتے ہوئے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور عرض کی یارسول اللہ
میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو عبداللہ بن زید نے بیان کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ
وسلّم نے فرمایا فللّٰہ الحمد اگر ایسے ہی ہے تو ان دونوں خوابوں میں موافقت پر اللہ
تعالےٰ ہی کو حمد ہے کہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا۔ اور صدق و ثواب کا
راستہ بتایا۔ بعض روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ نے بھی یہی خواب دیکھا۔
امام غزالی نے لکھا ہے کہ دس صحابہؓ نے دیکھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ چودہ نے
دیکھا تھا۔ جن میں سے سات صحابہ انصار میں سے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں آئے تو جواب دینے میں تاخیر فرمائی۔
کیونکہ اس سے قبل اس کی وحی آ رہی تھی اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ
کی حدیث میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور سراپردۂ

عزت میں حاضری ہوئی جو کہ کبریائے حق کا محل خاص تھا۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے دریافت فرمایا یہ فرشتہ کون ہے۔ جبریل نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس خدائے ذوالجلال کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا بارگاہِ رب العزت میں سب سے زیادہ مقرب بندہ میں ہوں، مگر میں نے اس فرشتہ کو اس ساعت سے پہلے جب سے مجھے پیدا کیا ہے نہیں دیکھا۔ پھر اس فرشتہ نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پردۂ جلال کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے تو نے سچ کہا میں اکبر ہوں اس کے بعد اذان کے بقیہ کلمات کو بیان کیا۔ تحقیق ہے کہ حضور اکرمؐ نے شب معراج میں آذان کے کلمات کو سنا لیکن حکم نہ ہُوا کہ ان کلمات اذان کو نماز کے لیے کہا جائے۔ حضور اکرم نے مکہ المکرمہ میں بغیر اذان کے نماز ادا فرماتے رہے۔ یہانتک کہ مدینۃ المنورہ میں رونق افروز ہوئے اور یہاں اس باب میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ بعض نے اذان کو خواب میں سُنا اس پہ وحی آئی کہ ان کلمات کی جو آسمان پر تھے زمین پر ان کو اختیار کر و[1]۔

اسلام کا پہلا مؤذن

ان کے علاوہ اذان کے متعلق اور کلمات بھی وارد ہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری اور علامہ حلبی نے اپنی سیرۃ میں جمع فرمائے ان سب کا خیال یہی ہے کہ اذان کی ابتدا پر سب سے پہلے مؤذن بلال ہی ہیں اور یہ انتخاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے۔ چنانچہ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہا لرؤیا حق انشاء اللہ فقم مع بلال فالق علیہ ما رأیت فلیؤذن بہ فانہ اندی[2]۔ وفی روایۃ احد صوتا منک ای اعلیٰ وارفع وقیل احسن واعذب[3]

ترجمہ: یہ خواب انشاء اللہ تعالےٰ سچا ہے۔ یہی کلمات حضرت بلال کو سکھا دو۔

---

[1] مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳ ـ [2] سیرۃ حلبی ج ۲ ص ۱۲۶ ـ [3] ایضاً

وہی اذان پڑھیں کیونکہ تمہارے سے اُونچی آواز والے ہیں۔ بعض نے ان کا معنی اچھی اور پیاری آواز لیا ہے۔

علامہ حلبی نے فرمایا ہے یہ جملہ معانی یہاں پر موزونیت رکھتے ہیں۔

اس سے ثابت ہُوا اسلام میں سب سے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

سوال: بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے مؤذن حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کا ذکر امام غزالیؒ نے کیا ہے۔

جواب: سیرۃ حلبی میں فرمایا ہے کہ یہ اولیت اضافی ہے۔ اِس لیے اذان کے کلمات سب سے پہلے حضرت عبداللہ نے پڑھے اور انہیں بصورتِ اذان حضرت بلال نے ادا کیا۔ اِس لیے ان دونوں بیانات میں کوئی منافات۔ سب سے پہلی اذان صبح کے وقت جب حضرت بلالؓ نے پڑھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سُنا تو خوشی سے دوڑتے ہوئے مسجد نبوی میں پہنچے۔

الصّلاۃ خیر من النوم شیعہ کہتے کہ یہ اضافہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بڑھائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اذان کے بعد نماز کے وقت حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو "الصّلاۃ الصّلاۃ" کہہ کر بُلاتے۔ ایک صبح کو کہا "الصلاۃ خیر من النوم" جب جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم آرام فرما ہیں۔ انہوں نے اسے جہر سے پڑھا۔[1]

مزید تحقیق فقیر کی کتاب "آئینۂ شیعہ مذہب" میں دیکھئے۔

تثویب ہم اہلِ سُنت اذان کے بعد الصلاۃ السلام علیک یارسول اللہ کہتے تو ہمارا استدلال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث شریف سے ہے۔

اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ تحقیق العجیب فی مشروعیۃ التثویب میں ہے۔[2]

---

[1] سیرۃ حلبی ص۳ [2] اس کے علاوہ فقیر کی کتاب "رجم الشیطان فی الصلاۃ والسلام" اور "اذان کے وقت صلاۃ وسلام پڑھے۔

اقامت واذان کے کلمات

جب جمیع ائمہ متفق ہیں کہ اسلام کا پہلا مؤذن حضرت بلال رضؓ ہے اور ان کے اداکردہ الفاظ وحیٔ الٰہی سے ہیں تو پھر اس کے خلاف کر کے ابومحذورہ صحابی رضی اللہ عنہ کے کلمات کو لینا اسلام سے روگردانی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ صحابی سہی لیکن اذان کے کلمات کی ادائیگی کا مرتبہ اُن کا وہ نہیں جو بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو محذورہ کو جو کلمات بتلائے گئے بطور تعلیم کے تھے۔ غیر مقلدین کے رد میں ہم نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ اس میں تفصیل موجود ہے۔ مختصراً چند باتیں ہم عرض کیے دیتے ہیں۔ یاد رکھیے اسلام میں اذان و اقامت کے الفاظ اور احکام تقریباً یکساں ہیں۔ جو الفاظ اذان کے ہیں وہ ہی اقامت کے صرف حیّ علی الفلاح کے بعد قد قامتِ الصّلاۃ دو بار زیادہ ہے۔ ترجیع نہ اذان میں ہے نہ اقامت میں۔ اذان کے کل پندرہ کلمات ہیں اور اقامت کے سترہ جیسے کہ عموماً رائج ہیں۔ مگر غیر مقلد وہابیوں کی اذان بھی اس اذان سے علیحدہ ہے، اور اقامت بھی۔ وہ اذان کی دونوں شہادتوں کو دو دو بار کی بجائے چار چار بار کہتے ہیں۔ اوّلاً دو بار آہستہ کہتے ہیں پھر بلند آواز سے اسے ترجیع کہتے ہیں۔ یعنی پہلے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ آہستہ کہتے ہیں۔ پھر چیخ کر۔ ایسے محمدٌ الرّسولُ اللہ کو۔ اس حساب سے ان کے نزدیک اذان کے کلمات پندرہ کے بجائے اُنیس ہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہتے ہیں۔ اس طرح کہ دونوں شہادتیں اور حیّ علی الصلاۃ اور حیّ علی الفلاح ایک ایک بار۔ ان کے نزدیک اقامت کے کلمات بجائے سترہ کے تیرہ ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی اذان اور اقامت وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ اس کی تحقیق رسالہ فضل الرحمان فی الفاظ اقامۃ والاذان " میں دیکھیے۔

حتمی فیصلہ:۔ غیر مقلدین حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے پابند ہیں جن کا

مؤذنین میں تیسرا یا چوتھا نمبر ہے۔ اور دلائل کی ادھار انہوں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے لی ہے۔ اور ہمارے ہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان مروج ہے۔ جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ ہیں بلکہ دربارِ خداوندی کے بھی منظور و مقبول ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کے سفر و حضر اور عمر تک مؤذن ہیں۔ لہٰذا حق یہ ہے۔ کہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو ہیں نہ اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت میں اور نہ ہی اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں۔ بلکہ پہلی تکبیر چار بار اور آخر میں کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ایک بار۔ باقی تمام الفاظ دو دو بار۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ بیہقی۔ دارقطنی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كَانَ الاذانُ عَلٰى عَهْدِ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهُ يَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ الخ

وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور تکبیر ایک ایک بار اس کے سوا کہ تکبیر میں قد قامت الصلوٰۃ بھی کہتے تھے۔

اس حدیث کے متعلق ابن جوزی جیسے ناقد کہتے ہیں۔

هٰذا اسنادٌ صحيحٌ سَعِيدُ المقبرى وثَّقَهُ ابْنُ حبان وغيرهُ (بہار)

یہ اسناد صحیح ہے سعید المقبری کی ابن حبان نے توثیق کی۔

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ورنہ اذان کے کلمات دو دو نہ ہوتے شہادتیں چار چار بار ہوتیں۔ اقامت کے ایک بار ہونے کا جواب ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

۲۔ طبرانی نے معجم اوسط میں ابو محذورہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

پوتا حضرت ابراہیم ابن اسمٰعیل ابن عبدالملک ابن ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

قال سَمِعْتُ جدی عبدالملک ابن ابی محذورۃ یَقُوْلُ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاہُ اَبَا مَحْذُوْرَۃَ یَقُوْلُ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الاذانَ حَرْفًا حَرْفًا اَکْبَرُ اللہُ اکبر اللہ اکبر اِلٰی آخِرِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْہِ تَرْجِیْعًا

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک ابن ابی محذورہ کو سنا وہ فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد ابو محذورہ کو فرماتے سنا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک لفظ بتایا اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک اس میں ترجیع کا ذکر نہ فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیع کا حکم حضور علیہ السلام نے نہ دیا لہٰذا ترجیع سُنّت کے خلاف ہے۔

۳۔ ابن ابی شیبہ، ترمذی نے حضرت ابن ابی لیلیٰ تابعی سے کچھ اختلاف الفاظ سے روایت کی۔

قال کان عبد اللہ ابن زید الانصاری موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَشْفَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَۃَ

فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن اذان اور تکبیر دو دو بار کہتے تھے۔

اس حدیث سے مسئلہ ثابت ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں دوسرے اور واضح ہوا کہ اقامت یعنی تکبیر کے کلمات دو دو بار کہے جاویں نہ کہ ایک ایک بار۔

۴۔ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ الْأَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْإِقَامَةُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَمَرَّ بِرَجُلٍ يُقِيْمُ مَرَّةً مَرَّةً فَقَالَ اجْعَلْهَا مَثْنٰى مَثْنٰى لَا اُمَّ لَكَ۔

آپ فرماتے تھے کہ اذان بھی دو بار ہے تکبیر بھی دو بار اور آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک شخص پر گذرے جو اقامت ایک ایک کہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا اسے دو دو بار کر تیری ماں نہ رہے۔

۵۔ ابو داؤد شریف نے حضرت معاذ ابن جبل سے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں عبداللہ ابن زید انصاری کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جو انہوں نے اذان کے متعلق دیکھی تھی۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے فرشتے کو خواب میں دیکھا جس نے قبلہ کی طرف منہ کرکے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ کہا پھر کچھ ٹھہر ٹھہر کر اذان کی طرح تکبیر بھی کہی الخ۔

حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَقِّنْهَا بِلَالًا فَأَذَّنَ بِهَا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور نے عبداللہ سے فرمایا کہ یہ اذان حضرت بلال پر تلقین کرو پس حضرت بلال نے اذان انہی کلمات سے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ تو خواب والے فرشتے نے اذان میں ترجیع کی تعلیم دی نہ اسلام کی پہلی اذان میں ترجیع تھی جو حضرت بلال نے حضور کی موجودگی میں عبداللہ ابن زید کی تعلیم سے کہی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت بھی اذان کی طرح دو بار ہے لیکن اس میں قد قامت الصلوٰۃ بھی ہے۔

۶۔ ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی

قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ زَیْدِ انْصَارِیْ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ رَجُلاً قَامَ وَعَلَیْہِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلٰی حَائِطٍ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَاَقَامَ مَثْنٰی

فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور کے بہت صحابہ نے خبر دی کہ عبد اللہ ابن زید انصاری حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک مرد کھڑا ہوا اس پر دو سبز کپڑے ہیں پس وہ دیوار پر کھڑا ہوا اور اذان بھی دو دو بار دی اور تکبیر بھی دو دو بار کہی ۔

خیال رہے کہ اذان کی تعلیم رب تعالےٰ نے صحابہ کرام کو خواب میں فرشتہ کے ذریعہ دی اس خواب میں نہ تو اذان میں ترجیع ہے اور نہ اقامت ایک ایک بار معلوم ہوا کہ حنفی اذان و تکبیر وہ ہے جس کی رب نے تعلیم دی ۔

اور وہابی چونکہ نفس کے بندے اور شرارت کے پھندے ہیں ۔ اسی لئے اگر وہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں غیر مرضیہ روایات پیش کریں تو وہ معذور ہیں

اقامت کے اختلاف کے جوابات

چونکہ غیر مقلدین نے انگریز کی طرح قسم کھائی ہے کہ ہر مسئلے میں حنفیوں سے اختلاف کیا جائے جیسے انگریز کا خیال ہے ہر بات میں اسلام کا الٹ کرو ۔ کیونکہ یہ ٹولہ انگریز کا تیار کردہ ہے ۔ اسی لئے وہ ہماری اقامت کے خلاف اقامت کہتے ہیں ۔

ہم ان کے جوابات دیں گے سر دست یاد ہے کہ اقامت اذان ہی

کی طرح ہے۔ حتیٰ کہ اسے بعض احادیث میں اذان فرمایا گیا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلوٰۃٌ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان و اقامت کے درمیان ہاں فرق صرف قد قامت الصلوٰۃ کا ہے کہ اقامت میں ہے اذان میں نہیں۔ تو چاہیئے کہ اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح دو دو بار ہوں۔

نیز اذان میں بعض الفاظ مکرر آئے ہیں کہ اول میں بھی ہیں آخر میں بھی جیسے تکبیر اور کلمہ، اور بعض الفاظ غیر مکرر ہیں کہ صرف ایک جگہ آئے جیسے صلوٰۃ، فلاح، جو الفاظ مکرر ہیں وہ پہلی بار دو گنے ہیں دوسری بار اس کے نصف۔

تکبیر پہلی بار چار دفعہ ہے اور پچھلی بار دو دفعہ، شہادت توحید پہلی بار دو دفعہ اور پچھلی بار ایک دفعہ تو چاہیئے کہ تکبیر میں بھی ایسا ہی ہو۔

لہٰذا حنفی اذان و اقامت جو آج مسلمانوں میں رائج ہے بالکل صحیح اور سنّت کے مطابق ہے۔ اس پر طعن کرنا جہالت و حماقت ہے۔

غیر مقلدین کے اعتراضات

ذیل میں ہم چند اعتراضات اور ان کے جوابات لکھتے ہیں تاکہ منصف مزاج مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکے۔

سوال مسلم شریف نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے پوری اذان کی حدیث نقل کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنفس نفیس اذان تلقین فرمائی، اس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ	دونوں شہادتوں کے بعد پھر لوٹو اور

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ:	اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ا-

(ف) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہ کو اذان کی شہادتوں میں ترجیع سکھائی۔ لہذا اذان میں ترجیع سنت ہے۔

جوابات

۱۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایات سخت متعارض ہیں۔ اس حدیث میں تو وہ ترجیع کا ذکر فرماتے ہیں اور اُن ہی کی جو روایت ہم پہلی فصل میں بحوالہ طبرانی پیش کر چکے ہیں۔ اُس میں ترجیع کا ذکر بالکل نہیں۔ طحاوی شریف نے ابن ابی محذورہ سے جو حدیث نقل کی اُس میں اوّل اذان میں بجائے چار کے دو بار تکبیر کا ذکر ہے لہذا ابو محذورہ کی روایت تعارض کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔ جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

۲۔ حضرت ابو محذورہ کی یہ ترجیع والی حدیث تمام اُن حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ جن میں ترجیع کا ذکر نہیں، لہذا وہ احادیث مشہورہ قابل عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث واحد۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور مؤذن حضرت بلال اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں۔ اُنہوں نے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اور بعد میں کبھی اذان میں ترجیع نہ فرمائی۔ لہذا اُن کا عمل زیادہ قابل قبول ہے۔

۴۔ اس حدیث ابو محذورہ کو عام صحابہ نے ترک کر دیا، اُن کا عمل ترجیع پر نہ تھا بلکہ ترجیع کے خلاف تھا لہذا وہ ہی زیادہ قوی ہے۔

۵۔ یہ حدیث ابو محذورہ قیاس شرعی کے بھی خلاف ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث قیاس کے مطابق۔ لہٰذا وہ احادیث قابل عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

۶۔ عنایہ شرح ہدایہ نے لکھا کہ سیدنا ابو محذورہ کو زمانۂ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اور حضور علیہ السلام کی بھی سخت مخالفت کرتے اور اذانِ بلالی پر بھی پھبتیاں اُڑاتے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ جسے ہم آئندہ اوراق میں لکھ رہے ہیں۔ یہ اسلام لائے اور حضور علیہ السلام نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے شرم کی وجہ سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ آہستہ آہستہ کہا۔ بلند آواز سے نہ کہا، تو حضور علیہ السلام نے انہیں دوبارہ بلند آواز سے یہ کلمات ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ دوبارہ کہلوانا اس وقت تھا تعلیم کے لئے اور شرم دور کرنے کے لئے۔ لہٰذا یہ حکم عارضی ہے، جیسے اگر آج کوئی شخص آہستہ آہستہ اذان کہدے، تو دوبارہ بلند آواز سے کہلوائی جاتی ہے۔ اس صورت میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ حدیث ہماری بیان کردہ احادیث کے خلاف نہیں۔

۷۔ فتح القدیر نے لکھا کہ حضرت ابو محذورہ نے یہ دونوں شہادتیں بغیر مد کے کہہ دی تھیں، اس لئے دوبارہ مد کے ساتھ کہلوائیں، بہرحال یہ ترجیع ایک خصوصی واقعہ تھا نہ کہ سنتِ اسلام۔

سوال ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے حضرت ابو محذورہ سے روایت کی:

اَنَّ النَّبِیَّ صلے اللہ علیہ وسلم عَلَّمَہٗ اَلْاَذَانَ تِسْعَ عَشَرَۃَ کَلِمَۃً وَّالْاِقَامَۃَ سَبْعَ عَشَرَۃَ کَلِمَۃً	بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان ۱۹ کلمے اور تکبیر ۱۷ کلمے سکھلائے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمے اُنیس ہیں۔ یہ ترجیع سے ہی بنتے ہیں اگر اذان میں ترجیع نہ ہو تو کل پندرہ کلمے ہیں۔ لہذا ترجیع اذان میں چاہیئے۔

جواب | یہ حدیث مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر اس حدیث سے اذان میں ترجیع ثابت ہوتی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ اگر مخالفین کی طرح ایک ایک بار کلمات ہوتے تو اس کے کلمات بجائے سترہ کے تیرہ ہوتے۔ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔

ترجیع اذان کے باقی وہی جوابات ہیں جو سوال اوّل کے ماتحت گذر گئے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابومحذورہ کو ترجیع ایک خاص وجہ سے تعلیم دی تھی وغیرہ

سوال | مسلم و بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ ذَکَرُوْا النَّاقُوْسَ فَذَکَرُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَۃَ۔

فرماتے ہیں کہ صحابہ نے اعلانِ نماز کے لئے آگ اور ناقوس کی تجویز کی تو یہود و عیسائیوں کا ذکر بھی کیا کہ وہ بھی ان چیزوں سے اعلانِ عبادت کرتے ہیں تو حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان دو دو بار کہیں اور اقامت ایک ایک بار

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاویں۔

جوابات | ۱۔ یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے سارے کلمات ایک ایک بار ہوں، مگر تم کہتے ہو۔ کہ اقامت میں اوّلاً تکبیر چار بار ہو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ دو بار ہو، پھر تکبیر دو بار ہو لہذا جو جواب تمہارا ہے وہ ہی ہمارا۔ اگر کہو کہ دوسری حدیثوں میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کو دو بار کہنے کا ذکر ہے۔ تو حنفی کہیں گے کہ دوسری احادیث میں یہ بھی ہے کہ اقامت

کے تمام کلمات دو بار کہے جاویں، وہ احادیث قابلِ عمل کیوں نہیں ؟

۲۔ اس حدیث میں حضرت عبداللہ ابن زید کی خواب کا بالکل ذکر نہیں بلکہ فرمایا گیا کہ جب صحابہ نے آگ یا ناقوس کے ذریعہ اعلان نماز کا مشورہ کیا اور بعض صحابہ نے فرمایا کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے اسلامی اعلان اُن کے خلاف چاہئے تو فوراً ہی حضرت بلال کو اذان و اقامت کا حکم دیا گیا تو اس اذان و اقامت سے موجودہ مروجہ شرعی اذان مراد نہیں بلکہ لغوی اذان یعنی اعلانِ نماز ہے جو محلّہ میں جاکر کیا جاوے اور اقامت سے مراد بوقت جماعت مسجد والوں کو جمع کرنے کے لئے کیا جاوے کہ آجاؤ جماعت کھڑی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ اعلان ایک ہی بار کافی تھا اس لئے ایک بار کا ذکر ہوا پھر اس کے بعد عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خواب کا واقعہ پیش آیا۔ جب سے مروجہ اذان و اقامت قائم کی گئی۔ وہ اعلانات چھوڑ دیئے گئے۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن زید کی خواب میں فرشتے نے جو اقامت کی تعلیم دی اُس میں الفاظ اقامت دو دو بار ہیں اور وہ خواب ہی اذان و اقامت کی اصل ہے لہٰذا وہی روایت قابلِ عمل ہے۔ دوسری روایات جو اس کے خلاف ہیں واجب التاویل ہیں یا ناقابلِ عمل۔

خیال رہے کہ یہ خواب صرف حضرت عبداللہ کی نہیں بلکہ اُن کے علاوہ سات بلکہ چودہ صحابہ نے یہی خواب[1] دیکھا۔

گویا یہ حدیث متواتر کے حکم میں ہوگئی۔

۴۔ روایات کا اسی پر اتفاق ہے کہ حضرت بلال اور ابن ام مکتوم نے اذان میں ترجیع اپنے آخر دم تک نہ کی (سیرۃ حلبی اور مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ وغیرہ)

---

[1] سیرۃ حلبی صہ ۳۰۱ ج ۲

نیز ان بزرگوں کی اقامت میں اقامت کے کلمات دو دو ہی ہے تو یہ کیسے ہو
کہ حضرت بلال جیسے مشہور مؤذن حضرت ابن ام کلثوم اپنی ساری عمر نہ تو اذان میں ترجیع کریں
نہ تکبیر کے کلمات ایک ایک بار۔ حالانکہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم دیا
ہو۔ لہٰذا ترجیع وغیرہ کی تمام روایات واجب التاویل ہیں۔

مزید دلائل اور سوالات وجوابات فقیر کے رسالہ "فضل الرحمٰن" میں دیکھئے

لطائف

۱۔ ہم اہلسنت کے نزدیک اجماع امت اور کثرت آرائے اہل فضیلت قابل وقعت ہے لیکن غیر مقلد چونکہ شتر بے مہار ہیں اسی لئے نہ اجماع کے قائل ہیں نہ کثرت کے پابند اسی لئے ہم نے ان کا نام شتر بے مہار رکھا ہے۔

۲۔ ہم اہلسنت مدینہ طیبہ اور اسکے والی سرکار عالی سے پیار و محبت رکھتے ہیں اسی لئے ہمیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے پیار ہے اور انہیں مدینہ طیبہ سے ضد اور بظاہر توحید کا دم بھرتے ہیں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کو پسند کیا کیونکہ حضرت ابو محذورہ مکہ معظمہ کے مؤذن ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون ؎

بود در جہاں ہر کسے را خیالے مرا از ہمہ خوش خیال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۔ انہیں صرف حنفیوں کے خلاف کرنا ہے اسی لئے وہی کیا جو ان کی طبع شریر کو مرغوب تھا کیونکہ اگر واقعی انہیں ابو محذورہ کی روایت مستند معلوم ہوتی ہے تو پھر حضرت ابو محذورہ کی روایت کردہ اقامت کے خلاف کیوں کرتے ہیں کیا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق تو نہیں۔

۴۔ اذان بلالی اصلی اور ابو محذورہ کی طفیلی جیسے اصل و فرع کا ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھئے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ابو محذورہ کی اذان

۱۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابو محذورہ غزوۂ حنین کی فراغت کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین ۸ھ میں ہوا۔ اس معنے پر

ابومحذورہ کی اذان کے کلمات آٹھ سال بعد کو منسوخ ہوئے۔ اندریں اثنا اذانِ بلال دی گئی اور نہ صرف اسی سال تک بلکہ زندگی بھر اسی طرح جیسا کہ جملہ محدثین یہاں تک کہ مخالفین کا اقرار ہے کہ حضرت بلال تا وصال اسی طرح اذان پڑھتے جو احناف کی معمول بہ ہے اور انہیں منسوخ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر ان کے ہاں کوئی ناسخ دلیل ہے تو لائیں۔

نقل کی برکت

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے جب حضرت بلال کی نقل اتارتے سنا تو آپ کو نقلِ بلال سے اتنا پیار ہو گیا کہ حضرت ابومحذورہ کو نہ صرف امان بخشی بلکہ دولت اسلام سے نوازا اور دنیا و دولت بھی عطا فرمائی چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

خرجت فی نفر وکنا ببعض طریق حنین فقفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حنین فلقیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی بعض الطریق فاذن مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ فسمعنا صوت المؤذن ونحن متنکبون (ای عن الطریق) فصرنا نحکیہ ونستھزئ بہ فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فارسل الینا الی ان وقفنا بین یدیہ (صلے اللہ علیہ وسلم) فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایکم الذی سمعت صوتہ قد ارتفع فاشار القوم کلھم الیّ فحبسنی (ای القانی عندہ) وارسلھم وقال قم فاذن فقمت ولا شیء اکرہ الیّ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا مما یامرنی بہ فقمت بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ فالقی علیّ التاذین ھو بنفسہ صلے اللہ علیہ وسلم (الحدیث)

ترجمہ:- "تو میں ایک جماعت کے ساتھ نکلا اور ہم حنین کی راہ پر چل رہے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی واپس تشریف لیجا رہے تھے حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا اور آپ کے مؤذن نے اذان پڑھی تو ہم نے اذان سنکر پھبتیاں اڑائیں لیکن ہم راستہ سے ہٹ کر تنہا جا رہے تھے اس کے باوجود حضور علیہ السلام نے ہماری باتیں سن لیں اور کسی کو ہمارے بلانے کا حکم فرمایا۔ ہم حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم میں کون ہے جس نے اذان سنکر ایسے ایسے کہا ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ نے سب کو اجازت دیدی اور مجھے اپنے پاس ٹھہرا کر فرمایا کھڑا ہو جا۔ میں کھڑا ہو گیا لیکن اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء سے مکروہ ترین (معاذ اللہ) محسوس ہو رہے تھے اور ان کا ہر حکم مجھے مکروہ محسوس ہوتا لیکن تاہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا اسپر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے کلمات پڑھائے۔"

اس کے بعد فرمایا۔

ثم دعانی حین قضیت التاذین فاعطانی صرۃ فیہا شئی من فضۃ ثم وضع یدہ علی ناصیتی ومربہا وعلی وجہی ثم بین یدی ثم علی کبدی حتی بلغت یدہ سرتی ثم قال بارک اللہ فیک وبارک علیک فقلت یا رسول اللہ مرنی بالتاذین بمکۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم قد امرتک بہ وذھب کل شئی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کراھۃ وعاد ذالک

کله صحبة لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقدمت علی عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی مکۃ فاذنت بالصلوٰۃ عن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (سیرۃ حلبی صہ ۳۰۷ ج ۲)

ترجمہ۔ "اس کے بعد مجھے اپنے قریب بلا کر مجھے ایک سونے سے بھری ہوئی تھیلی عطا فرمائی پھر آپ نے اپنا رحمت بھرا ہاتھ مبارک میری پیشانی پر رکھا اور اُسے میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے میرے دل سے جگر سے اور ناف تک لے گئے اور فرمایا تجھے اللہ برکت بخشے اس پر میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے مکہ معظمہ کا مؤذن مقرر فرمایئے۔ آپ نے فرمایا آج کے بعد تم مکہ کے مؤذن ہو۔

اللہ شاہد ہے کہ آپ کے مبارک ہاتھ کی برکت سے میرے دل کا تمام بغض و کینہ نکل گیا اس کے بجائے اب میرے دل میں عشق رسول موجزن ہو گیا میں حضور علیہ السلام سے رخصت لے کر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے مقرر کردہ حاکم مکہ کے ہاں واپس آیا اور حاکم کو حکم سنایا کہ مجھے مکہ کا مؤذن بنایا گیا ہے اس کے بعد میں مکہ کا مؤذن رہا۔

ایک روایت میں ہے کہ

وقیل علمہ صلے اللہ علیہ وسلم ذالک یوم فتح مکہ لما اذن بلال رضی اللہ عنہ للظہر علی ظہر الکعبۃ وصار فتیۃ من قریش یستہزؤن ببلال ویحکون صوتہ

وکان من جملتهم ابو محذورة فاعجبه صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صوته فدعاه وعلّمه الاذان وامره ان یؤذن لاهل مکة (ایضاً)

ترجمہ:۔ اور بعض نے کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے موقعہ پر ہوا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نے مکہ کی چھت پر اذان پڑھی تو مکہ کے نوجوان بلال پر استہزاء کرتے تھے ان پر حضرت ابو محذورہ بھی تھے باوجودیکہ اس نے ٹھٹھا مخول کے اذان کہی لیکن حضور علیہ السلام کو اس کی آواز پسند آگئی چنانچہ اسے بلا کر خود اذان سکھائی اور مکہ معظمہ کا مؤذن مقرر کر دیا۔

فوائد

۱۔ اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کی فضیلت اور بزرگی کا پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ پر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کا اعزاز صرف انہیں نصیب ہوا۔

۲۔ حضور نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کتنا بڑا پیار تھا کہ ان کے طفیل حضرت ابو محذورہ کو دولتِ اسلام سے نوازا کیونکہ نہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتارتے نہ انہیں حضور علیہ السلام بلاتے۔

۳۔ یہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کی عظمت کی بڑی دلیل ہے کہ ان کی نقل اتارنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انعام سے نوازا۔ یہ ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقلی کو اللہ تعالے نے فرعون کے لشکر سے نکال کر موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کر دیا اور فرمایا کہ چونکہ یہ

موسیٰ علیہ السلام کی نقل اُتارتا تھا اسی لئے مجھے محبوب ہے (مرقات)۔

۴۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے طفیلی مؤذن ہیں اور حضرت بلال اصلی۔

۵۔ حضرت ابو محذورہ چونکہ اسلام سے سخت دشمنی رکھتے تھے اسی لئے حضور علیہ السلام نے انہیں بار بار کلمۂ شہادت پڑھوایا اسی لئے انہیں بحیثیت اذان کے نہیں بلکہ بحیثیت تعلیم کے اعادہ (ترجیع نہیں) تھا اگرچہ اسے حضرت ابو محذورہ نے اُسے اذان کے کلمات سمجھا تو وہ ان کا اپنا اجتہاد تھا اور اجتہاد صحابہ کو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول کے سامنے کیا وقعت ہے پھر ابو محذورہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر مکہ معظمہ میں رہے اور وہ کلمات دہراتے رہے اور یہ کوئی عقائد و اصول کے مسائل نہیں تھے کہ جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کم وبیش الفاظ سے الجھن میں نہیں پڑتے تھے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار کا ثبوت ہے کہ ابو محذورہ کے دل سے بغض و عداوت نکال کر عشق اسلام سے ان کے قلب کو بھر دیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معمول بہ ہی نہیں تھی بلکہ آپ کو حضرت بلال کی اذان سے پیار اور عشق تھا جب کہ حضرت ابو محذورہ کی اذان نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معمول بہ نہیں تھی جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

اسی لئے وہ اذان عمل میں لائی جائے جو اذانِ بلالی کہلاتی ہے اور وہی ہم میں ہے اور غیر مقلد اس کے برعکس ہیں۔ وہ اس لئے کہ عشق سے خالی ہیں۔

سوال :۔ جیسا کہ تم نے خود اعتراف کیا ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ

تعالے کی اذان بعد کو ہے اور حضرت بلال کی اذان سابق اور قاعدہ ہے کہ احکام سابقہ احکام لاحقہ سے منسوخ ہوجاتے ہیں اور صاحب سیرۃ حلبی بھی اس کے ناسخ کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

وانما یوخذ بالاحدث فالاحدث من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای بالمتاخر عنہ لان المتاخر ینسخ بہ المتقدم

جواب:۔ تقدم وتاخر زمانی میں نسخ تب ثابت ہوتا ہے جب حکم ایک ہو جب حضرت ابو محذورہ کو اذان کے کلمات بحیثیت اذان کے نہیں سکھلائے گئے بلکہ ان میں توحید و رسالت کے اثرات پیدا کرنے کے لئے اعادہ کرایا گیا اور نسخ کا دعوٰی صحیح نہیں جب کہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت بلال سفر و حضر میں تا زیست حضور علیہ السلام کے سامنے یہی اذان پڑھتے رہے جسے ہم احناف پڑھتے ہیں اگر یہ حکم منسوخ ہوتا تو حضور علیہ السلام پر منسوخ حکم پر عمل کرانیکا الزام آتا ہے۔

قصہ تعریس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کے لمحات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ بسر ہوئے۔ تفصیل سیرۃ نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوگی۔ چند مشہور واقعات یہاں پر درج کئے جاتے ہیں انہیں قصہ لیلۃ التعریس ہے تعریس آخر شب میں سونے کے لیے مسافر کے اُترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوہ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لئے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سوجائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا جب صبح ہوجائے تو ہمیں بیدار کردینا تاکہ صبح کی نماز ہم سے نہ جائے لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ شب بیداری کے لئے آمادہ ہوئے

اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے اُن کو توفیق دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی تھے سو گئے روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے بھی حضرت بلال سے تاکیداً فرمایا تھا کہ اے بلال اپنی آنکھوں کو نیند سے خبردار رکھنا یہ بار گراں حضرت بلال کی گردن پر پڑا جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال کی آنکھ بوجھل ہونے لگی اور بے اختیار نیند آگئی حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی دستار کو کھول کر اس سے احتیاط کیا چنانچہ نہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی بیدار ہوئے اور نہ کوئی اور صحابی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور نے سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالے کے قہر و جلال سے اور اس کی تجلی سے ڈرے حضور کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہو گئے۔ حضور نے بلال کو آواز دی اور فرمایا کہ اے بلال یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے اور اس پر حضرت بلال نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں مجھے بھی اس نے آگھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا۔ اُس قوت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے فرمایا بلال کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے، شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سُلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سُلاتے ہیں اور بلال سو گئے اس کے بعد حضور نے حضرت بلال کو بلایا اور اُن سے اُن کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا حضرت صدیق نے کہا اشھد انک

رسول اللہ والحق۔ یہ مقام تجدید و تصدیق شہادت و رسالت کا ہے تاکہ کسی قسم کا وسوسہ شیطانی دخل انداز نہ ہو اس کے بعد حضور نے صحابہ سے فرمایا اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو صحابہ نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے۔

اوہام باطلہ واقعہ تعریس کو لے کر مخالفین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ذیل کے سوالات اٹھاتے ہیں۔

۱۔ اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا کہ میری نماز قضا ہو گی تو سرے سے نہ سوتے

۲۔ سو گئے تو نماز کے وقت فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔

۳۔ آپ پر شیطان کا حملہ ہو جاتا ہے تبھی تو آپ نے اس رات نماز نہ پڑھی۔

جوابات کاملہ

۱۔ لاعلمی کی تہمت تو خیر خانہ ساز ہے کیونکہ مشکوٰۃ شریف میں دونوں روایات موجود ہیں دوسری روایت میں حضور علیہ السلام نے آرام فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جملہ حالات دیکھے اور پھر من وعن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتا دیئے جیسا کہ اوپر گزرا اور پھر اسی معجزہ اور خبر غیبی کی تصدیق حضرت بلال نے کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اشھد انک رسول اللہ الخ اور یہ معجزہ دیکھنے کے وقت صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ اس طرح کے الفاظ پڑھ دیتے۔ اگر اسی کا نام لاعلمی ہے تو پھر علم اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا بلکہ شرم و حیاء کی آنکھ اور حق شناس عقل نصیب ہو تو یہاں علم غیب کا اتنا زبردست ثبوت ہے کہ معمولی سی سمجھ والا بھی انکار نہ کرے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے نہ صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کوائف بتائے بلکہ وہ ابلیس اور اس کی کاروائی جسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بھی حضور علیہ السلام نے بتا دی۔

۲۔ نماز کے لئے نہ اٹھنا اس لئے نہ تھا کہ آپ خواب غفلت میں تھے بلکہ

بلکہ اس کے وجوہ ہیں جنہیں تلخیص کے ساتھ ہم نے شرح تلخیص صحاح ستہ میں لکھا ہے یہاں مختصراً عرض ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے کتنا پیار تھا اسی شفقت و رافت و رحمت کے پیش نظر دیکھا کہ اُمت غفلت کا شکار ہو کر نمازیں قضا کر دیگی اور قضائے نماز کی سزا سخت ہے ان کو اسی سزا سے بچانے کے لئے نماز قضا ہو جانے کو عملی سنت کا جامہ پہنایا تاکہ امت کی قضا نمازوں کو پناہ مل جائے کہ جہاں اللہ تعالے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضا نمازوں کو قبول فرائیگا اس کے طفیل امت کی قضا نمازوں کو بھی شرف قبولیت نصیب ہوگا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو شب تعریس کے بیدار ہونے کے بعد مضطرب اور پریشان دیکھا تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالے نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو ہمیں وقت پر بیدار فرماتا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس نماز قضا سے آقائے کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے امت پر احسان عظیم فرمایا لیکن افسوس کہ بعض احسان فراموش امتی ہونے کا دعویٰ کر کے اس واقعہ سے اپنے آقا و مولیٰ کے نقص و عیب بیان کرتے ہیں۔

۳۔ نیند تو اس وقت غفلت لاتی ہے جب انسان پر غفلت کا امکان ہو آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر غفلت کا الزام کسی بدبخت اور منحوس دماغ کی چھاپ ہے اور پھر یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ غفلت نسیان سے پیدا ہوتی ہے اور نسیان دماغی کمزوری سے اور ہمارے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نسیان سے کوسوں دور کیونکہ دماغ عالی انسانی کمزوریوں اور ظاہری بیماریوں سے پاک

نہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ نے اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

۴۔ (حدیث) سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر وقت بیدار رہتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے "تنام عیناک ولا ینام قلبی" میری آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری نیند اتنی ہے کہ میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں لیکن میرا دل آگاہ اور خبردار رہتا ہے اور فرمایا کہ میں اپنی خواب کیحالت میں بھی تمہاری باتیں سنتا رہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے لئے نیند ناقض وضو نہیں اور پہلا وضو ہی باقی رہتا ہے۔

بتائیے کہ جس کا دل بیدار ہو اور صرف آنکھ بند ہو تو اُسے کیسے بے خبر کہا جا سکتا ہے جب کہ ایک معمولی انسان بھی اپنے تخمینے اور اندازے سے سورج کے طلوع و غروب سے غافل نہیں رہ سکتا تو امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح الزام لگایا جا سکتا ہے۔

سوال: جب حضور علیہ السلام کا قلب مبارک بیدار تھا تو پھر عملاً نماز قضاء کی اور یہ گناہ ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو واقعی نیند تھی۔

جواب: خود حضور علیہ السلام اس کا جواب دے چکے ہیں یعنی اس میں حکمت ایزدی تھی اسی لئے وحی والہام کے ذریعے بھی اپنے محبوب علیہ السلام کو آگاہ نہ فرمایا تاکہ قضائے فوائت کا سبب اور امت کو شرف اتباع نصیب ہو اور یہی جواب نسیان و سہو کے امور میں بھی یاد رکھنا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مشاہدہ ربانی میں تھے اور آپ جب مشاہدۂ ربانی میں مستغرق ہوتے تو ما سوی اللہ کی ہر شئے یعنی ہر صور و معانی سے بے نیاز اور غیر ملتفت ہو جاتے تھے۔ جیسے بعض اوقات بحالت وحی میں ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس کیفیت کو عدم ادراک یا نسیان یا غفلت

سے تعبیر کرنا جہالت بلکہ سفاہت ہے بلکہ یوں عقیدہ ہونا چاہیئے کہ اس وقت قلب نبوی پر ایک عظیم حالت کا طاری ہو جاتا ہے جسے خدائے عزوجل کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا (کذا قال سیدی شاہ عبدالحق فی مدارج النبوۃ)

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ بھی اسی عارفانہ توجیہہ کے قائل ہیں چنانچہ فرمایا ؎

در شب تعریس پیش آمد عروس
یافت جان پاک ایشان دستوس
سرازان خواب مبارک بر نداشت
تا نماز صبحدم آمد بچاشت

ان اشعار اور شب تعریس کی مزید تحقیق فقیر کی شرح مثنوی بہ صدائے نوی حصہ دوم میں پڑھئے۔

محقق دماغ اور منصف مزاج کے لئے فقیر کی یہ مختصر تحقیق کافی و وافی ہے اور ضدی ہٹ دھرمی کے لئے غیر شافی۔ اس کے لئے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کا منشوہ ملاحظہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات کا حال شریف میں عقلی قیاس حسن ادب کے دائرے سے باہر ہے اور اس کا حکم متشابہات میں حکم کرنے کی مانند ہے (مدارج ص ۴۳۲ ج ۲)

کل کائنات کو

حضرت بلال راحت جانجانان صلی اللہ علیہ وسلم ، راحت نصیب ہوتی ہے محبوب خدا سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میٹھے بول سے لے کر محبوب خدا کو راحت میسر آتی آواز بلالی شیریں مقالی سے۔ چنانچہ مولانا روم قدس سرہٗ لکھتے

ہیں۔ ع

جان کمال است وندائے رو کمال	مصطفےٰ گویان ارحنا یا بلال
اے بلال افراز بانگ سلسلت	زان دمے کاندر دمیدم در دلت
اے بلال این گلبنت راجان سپار	خیزو بلبل وارجان می کن ہشیار
زان دمے کادم ازو مدہوش گشت	ہوش اہل آسمان بیہوش گشت
مصطفےٰ ابیخویش شدزان خوبصوت	شد نمازش از شب تعریس فوت
سر ازاں خواب مبارک برنداشت	تا نماز صبحدم آمد بچاشت

یعنی وہ جان جو انسان میں ہے اس کے اور اس کی آواز کا کمال کیا بیان کروں اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ سے فرماتے کہ اے بلال ہمیں راحت پہونچا حضرت بلال کو اس لئے فرمایا کہ بلال کی جان خدا کے عشق سے بھرپور تھی اسی لئے جو آواز عشق آتی ہے اس سے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم راحت پاتے تھے اور فرماتے تھے اے بلال اپنی آواز اور دم دلنواز کو بلند کیجئے اور اُٹھئے بلبل کی طرح اس کے گل پر جان قربان کیجئے وہ آواز جس سے آدم علیہ السلام بے ہوش ہوئے بلکہ جملہ اہل آسمان مدہوش ہوکر گر پڑے یہ دراصل آواز حق تھی۔ یہی آواز حق تو تھی جس سے شب تعریس حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز صبح رہ گئی اور ایسے مستغرق بمشاہدۂ حق ہوئے کہ چاشت تک سر نہ اٹھایا شب تعریس کا واقعہ اور اس کے متعلق مزید تفصیل آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہو۔

حبیب خدا کا محبوب بلال

غور فرمائیے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کی اذان اور ان کی محبوب آواز سے کتنا عشق اور محبت تھی۔ بلکہ اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ پر

کسی قسم کا اعتراض کیا جاتا تو آپ معترضین سے سخت ناراض ہوتے چنانچہ حضرت مولانا روم قدس سرہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں :

سیدنا بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ اذان کے بعض الفاظ کو صحیح معنوں میں ادا نہ کر سکتے تھے ۔ بالخصوص لفظ "حیّ" کو "ہی" کہا کرتے تھے ۔ اس پر بعض افراد نے عرض کی ۔

یا رسول اللہ ! بلال صحت الفاظ کے ساتھ اذان نہیں کہہ سکتے ۔ اس لئے کسی خوش گلو مؤذن کا انتخاب فرمائیے ! تاکہ غیر مسلم اذان کو سنکر متاثر ہوا کریں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر غصہ میں آ گئے اور فرمایا ۔

کاے خاں نزدِ خدا "ہیّ" بلال !
بہتر از صد "حیّ" و "حیّ" بے قیل و قال

کہ خدا کی بارگاہ میں حضرت بلال کا لفظ "ہی" بلاشبہ سینکڑوں حیّ و حیّ سے بہتر ہے ۔ کیوں کہ بلال میرا محبوب ہے اور محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے ۔

فوائد

۱۔ غور کیجئے بلال رضی اللہ عنہ حضور امام الانبیاء علیہ السلام کی نظروں میں کتنا بلند قدر ہیں یہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معمولی طعنہ بھی مخالفین سے سننا گوارا نہیں فرماتا ہے اسی طرح اس کا محبوب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب بلال کا نقص سننا گوارا نہیں ۔

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں

اذان یوم قیامت اور حضرت بلال : کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبعث ناقة ثمود الصالح فیرکبها من عند قبرہ حتی توافی به المحشر قال معاذ وانت ترکب العضباء یا رسول اللہ ویبعث بلال علی ناقة من نوق الجنة ینادی علی ظهرها بالاذان فاذا سمعت الانبیاء وامهها اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمدا رسول اللہ قالوا ونحن نشهد علی ذالک:

ترجمہ: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صالح علیہ السلام کے لئے ناقۂ ثمود لایا جائیگا وہ اپنی مزار سے اسپر سوار ہوکر میدان حشر میں آئیں گے حضرت معاذ عرض کریں گے حضور پھر آپ تو عضبا ناقہ پر سوار ہوں گے فرمایا نہ اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا جو اس روز سب انبیاء علیہم السلام سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگی اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال رضی اللہ عنہ سوار ہونگے اور اس پر سوار ہوکر اذان دیں گے جب انبیاء اور ان کی امتیں "اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمدا رسول اللہ" سنیں گے تو بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔ (الوفا لابن الجوزی رحمۃ اللہ ص ۸۱)

۲: یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بات سمجھاتے ہیں کہ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے تو اگر میں تمہارا محبوب ہوں تو تمہیں بھی میری ہر

ادا محبوب ہونی چاہیئے۔ یہ بات تو بڑی غلط ہے کہ دعوٰی میری محبت کا ہو اور ادائیں تمہاری میرے دشمنوں کی ہوں۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحتِ لفظی سے پہلے صحتِ قلبی کا ہونا ضروری ہے۔ دل میں محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو۔ تو زبان کی لغزشیں بھی حضور پسند فرما لیتے ہیں۔ اگر دل بغض و عداوت سے بھرپور ہو تو ظاہری نمائش کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو وہ منہ پر ماری جاتی ہے۔ چنانچہ منافقین کے واقعات ہر انسان کو معلوم ہیں ان کے ظاہری احوال نیک اعمال نہایت ہی مزین تھے لیکن اللہ تعالے نے ان کے لئے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل۔ بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

۴۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ صحتِ لفظی کے ساتھ قرآن پڑھے، درس دے اور قَالَ قَالَ کی رٹ لگائے۔ ایسی کوئی عبادت بھی قبول نہ ہو گی کیونکہ ایمان کا پہلا تعلق دل سے ہے اور دل ہی اگر حضور کی محبت سے خالی ہوا تو زبان کے اللہ اللہ کرنے کا کیا فائدہ؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ کا اگرچہ ظاہری رنگ کالا تھا۔ مگر دل میں اُجالا ہی اُجالا تھا اور آج زبان پر تو قَال قَال ہے مگر دل دیکھو تو کالا سیاہ ہے تو اسے سمجھو وہ جہنم کا ایندھن ہے دیکھیئے ثعلبہ کتنا نیک تھا اور مسجد میں ما تھے رگڑ نے پر اسے حمامۃ المسجد (مسجد کی کبوتری) کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دھتکارا گیا اسی لئے بعد کو جہنم کا کبوتر بن گیا۔

سوزِ بلالی کے چند واقعات

زندگی میں انہوں نے ہزاروں بھر اذانیں دی ہوں گی ان کے علاوہ اور موذنین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے ان کی اذانیں بھی مشہور و معروف ہیں لیکن

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی چند اذانیں خاص حیثیت رکھتی ہیں جن میں عجیب کیفیت واثر ہے جن کی تفصیل حاضر ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جن اذانوں کا ہم تذکرہ کرنا چاہتے ہیں

۱۔ اذانِ فتح مکہ ، ہیں ان میں پہلی اذان ایک اہم ترین تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

جس شہر مکہ سے حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رات کی تاریکی میں صرف ایک رفیق صادق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ جس حرم الٰہی پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے اندوہ وغم کے آنسو ٹپک پڑے تھے اسی مکہ میں حضور فاتحانہ شان سے داخل ہو رہے تھے اور شانِ شکوہ کا یہ عالم ہے کہ دس ہزار مسلح جاں نثاروں کا لشکرِ جرار ہمرکاب ہے اور راستے کی آبادیوں کے بے شمار باشندے ان کے علاوہ پروانوں کی طرح شمع رسالت کے گرد موجود ہیں۔

سردار خوباں رود ہر سو ہجوم عاشقاں
چابک سواراں یکطرف مسکین گدا یکطرف

وہ کعبۃ اللہ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے نماز ادا کرنے پر اہل مکہ نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ جس میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے رخسار اقدس پر طمانچے پڑے تھے۔ وہ کعبۃ اللہ جو ۳۶۰ بتوں کا مسکن تھا بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر داخل ہوئے جن کو اہل مکہ ایک حبشی غلام کی حیثیت سے جانتے تھے اور جو اسی شہر میں اسلام کے عشق و محبت میں ناگفتی طور پر ستائے اور تختہ ظلم و ستم بنائے گئے تھے۔

تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اس خطبہ میں جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب تھے انہوں نے ۲۱ برس تک اسلام اور آنحضرت صلعم کی مخالفت و عداوت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا اور پیروانِ اسلام پر ناگفتہ بہ مظالم ڈھائے تھے لیکن آنحضرت میں اپنی عدیم النظیر رحمت و شفقت سے کام لے کر ان تمام لوگوں کو یک قلم معاف کر دیا اس وقت وہ آیا کہ کعبۃ اللہ میں پیغمبرِ اسلام اور صحابہ کرام پہلا فریضۂ نماز ادا کریں اور سقفِ حرم سے اذان کی آواز بلند کی جائے۔ یہ ایک نہایت اہم اور شاندار تاریخی موقعہ تھا۔

صحابہ کرام بہت سے ایسے بزرگوار تھے جو اہلِ عرب کے خیال کے مطابق نسبی شرف و مجد کے مالک تھے لیکن پیغمبرِ اخوت و مساوات نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ شرف و امتیاز عطا فرمایا کہ حضرت بلال نے کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ کی ذات وحدانیت و کبریائی اور حضرت محمد رسول اللہ کی رسالت و عبدیت کا اعلان کیا۔ ذرا اس حالت کا تصور کیجئے جب ہر طرح کے اربابِ جاہ و ثروت اور اہلِ فضل و کرم و کمال کی موجودگی میں ایک حبشی زادہ جو زندگی کا بڑا حصہ غلامی میں گذار چکا تھا۔ سقفِ کعبہ پر چڑھ کر توحید و رسالت کی منادی کر رہا تھا یہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا کیسا کتنا شاندار عملی مظاہرہ تھا۔ قریشِ مکہ نے حضرت بلال کی اذان سنی تو غیرتِ قومی سے بے چین ہو گئے اور آپس میں حضرت بلال کی شانِ اقدس میں بدزبانیاں کرنے لگے ان میں حضرت ابوسفیان بھی شامل تھے لیکن وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں کہتا اس لئے کہ جو کچھ میں کہوں گا میرا خیال ہے کہ یہ سنگریزے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب کر کے باز پرس کی تو چونکہ انہوں نے اپنی تنہا صحبت میں یہ باتیں کی تھیں اس لئے اس رازدارانہ گفتگو سے آنحضرت کے مطلع

ہو جانے کو حضور کا معجزہ سمجھا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی مدارج میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام

اعجوبہ: نے ان لوگوں کے سامنے ان کی کہی ہوئی باتیں دہرا رہے تھے تو ابوسفیان نے عرض کی میں نے اتنی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا تھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور تصدیق کی۔

جسے ہم علم غیب کہتے ہیں اسے کتب سیر میں

علم غیب کا ثبوت: معجزات سے تعبیر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے مومن مانتے ہیں منافق و کافر انکار کرتے ہیں اس وقت حضرت ابوسفیان بظاہر کافر تھے لیکن حقیقت میں وہ مومن تھے چنانچہ شاہ عبد الحق قدس سرہٗ نے مدارج میں لکھا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا تھا اور اسلام کا حسن پذیر ہو گیا تھا۔ (مدارج النبوۃ صد ۴۹۱ ج ۲)

لیکن آج کے شیوم بخت کلمہ نبوی اور امت مصطفوی کے مدعی ہونے کے باوجود ایسے معجزات (علم غیب) کو شرک کا فتویٰ دیتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث

حضرت بلال کی اذان تھی یا صورِ عشق تھا: رحمۃ اللہ علیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس اذان کے متعلق کس جوش و خروش کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ وقت بھی اپنے اندر نہایت نعمت و بزرگی رکھتا تھا۔ جس کے دامانِ جلال تک دست ادراک کی رسائی ناممکن ہے۔ اس وقت کی عظمت کی حقیقت کو حاملانِ عرش سے پوچھنا چاہیئے کہ حضرت بلال کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچی تھی بلکہ اس سے بھی گذر گئی۔ ایک تھی خدا وندا! اس وقت کے طفیل ہمیں دینِ اسلام پر ثابت قدم رکھ اور کلمۂ اسلام کو اور بلند و بالا فرما" (مدارج النبوۃ صد ۴۲۱

ازالۂ وہم: اس سے یہ نہ سمجھیں کہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے مبالغہ فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کو عرش نکینوں کے لئے مدہوش کرنے والا فرمایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر اہل حق کا یہی مذہب ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دردبھری آواز میں وہ شعلۂ عشق تھا جس سے نہ صرف ملکوتیوں کا دماغ معطر ہوا بلکہ امام الانبیاء علیہ السلام کی بھی کچھ یہی کیفیت تھی چنانچہ حضرت مولنا رومی قدس سرہٗ کا کلام آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اذان بلال پر صدیق اکبر کا انگوٹھے چومنا

اذان سنکر اجابت سنت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی سنکر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں پر ملنا ملنا لگو مستحب اور سنت صدیق ہے رضی اللہ عنہ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ

در محیط آوردہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمسجد درآمد ونزدیک ستون بنشست وصدیق رضی اللہ عنہ دربرابر آں حضرت نشستہ بود۔ بلال رضی اللہ عنہ برخاست وباذان اشتغال فرمودچوں گفت اشہد ان محمد رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامیں خود را برہر دو چشم نہادہ گفت: قرۃ عینی بک یا رسول اللہ چوں بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ فارغ شد حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ یا ابابکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہان جدید و قدیم اور اگر بعمد بودہ باشد اگر بخطاء"

ترجمہ: محیط میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے برابر بیٹھے تھے، حضرت بلال
نے اٹھ کر اذان دینا شروع کی جب انہوں نے اشہد ان
محمد رسول اللہ کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے
دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا
اور کہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ، جب حضرت بلال اذان
دے چکے تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر جو شخص ایسا کرے جیسا
کہ تم نے کیا ہے، خدا تعالےٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے
گا"

متقدمین علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔
چنانچہ امام سخاوی فقیہ محمد بن سعید خولانی رحمہ اللہ تعالےٰ
سے روایت کرتے ہیں کہ

"سیدنا حضرت امام حسن نے فرمایا جو شخص مؤذن سے اشہد
ان محمد رسول اللہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر رکھے، وہ کبھی
اندھا نہ ہوگا اور اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی،"

(المقاصد الحسنۃ صہ ۳۸۴)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ

صدیق اکبر کی تصدیق:

" اور حضرت شیخ امام ابوطالب محمد
بن علی المکی اللہ ان کے درجات بلند کرے، اپنی کتاب قوت القلوب
میں ابن عینیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف

لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے حضرت ابوبکر نے (اذان میں حضور کا نام سنکر) اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ جب حضرت بلال اذان سے فارغ ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر جو شخص تمہاری طرح میرا نام سنکر انگوٹھے آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا تبارک وتعالےٰ اس کے تمام نئے و پرانے، ظاہر و باطن گناہوں سے درگذر فرمائیگا۔

علامہ امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ دیلمی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

"فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مؤذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ ہی کہا اور اپنے پوروے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اس پیارے دوست کی طرح کرے گا اسے میری شفاعت نصیب ہوگی"

بعض کوڑھ مغز صرف

حدیث ضعیف نہیں ایمان ضعیف ہے، شان رسالت وولایت سے متعلق روایات کو سنکر فوراً بول پڑتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ ان کی بدقسمتی کی دلیل ہے ورنہ حدیث رسول اور ضعیف یہ کیسے ہوسکتی ہے جب خود خدا تعالےٰ ان کے بولنے کی قسمیں یاد فرمائے ہاں یوں کہو کہ اس کی سند حدیث ہے لیکن بحمدہٖ تعالےٰ حدیث صدیق کی سند صحیح ہے۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"میں کہتا ہوں کہ جبکہ اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت
اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت، (کذا فی الموضوعات الکبیر)
معلوم ہوا کہ یہ حدیث موقوف صحیح ہے، کیونکہ سیدنا صدیق اکبر تک اس کا
رفع ثابت ہے اور سیدنا صدیق اکبر کی سنت حضور کی سنت ہے۔

کما قال النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علیکم بسنتی و
سنۃ الخلفاء الراشدین

سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتیں کی بد قسمتی ہے کہ کلمہ بھی ان کا پڑھتے ہیں اور شرارت و فساد بھی ان یہ دور حاضرہ کے معتزلہ
اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے متعلق برپا کرتے ہیں
جس کا بہت بڑا افسوس ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے نام لیوا کو خوب نوازتا ہے۔

حوالہ جات فقہاء کرام

اب ہم اپنے فقہاء احناف کے چند حوالے سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ منصف
مزاج کو تسکین و تسلی ہو۔

احناف کا مشہور و معروف فتاویٰ شامی جلد اول باب الاذان میں ہے
يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهُمَا
قُرَّتُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ

مُتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ دَفْعِ ظُفْرَی الْاِبْھَامَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَکُوْنُ قَائِدًا لَّہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ کَذَا فِیْ کَنْزِ الْعِبَادِ قُھُسْتَانِی وَنَحْوُہٗ فِی الْفَتَاوٰی الصُّوفِیَّۃِ وَفِیْ کِتَابِ الْفِرْدَوْسِ مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَیْ اِبْھَامَیْہِ عِنْدَ سَمَاعِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللہِ فِی الْاَذَانِ اَنَا قَائِدُہٗ وَمُدْخِلُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْجَنَّۃِ وَتَمَامُہٗ فِیْ حَوَاشِی الْبَحْرِ لِلرَّمْلِیْ۔

اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے قرت عینی بک یا رسول اللہ اور پھر اپنے انگوٹھے کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے یا کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ تو حضور علیہ السلام اس کو اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں۔ اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو چومے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر تو میں اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کردوں گا۔ اس کی پوری بحث بحر الرائق کے حواشی رملی میں ہے

اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، قہستانی، بحر الرائق کا حاشیہ ان تمام میں اس کو مستحب

فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضور پرنور شفیع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سننے کے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز و مستحب اور بہت ہی باعث رحمت و برکت ہے اس کے جواز پر دلائل کثیرہ موجود ہیں اور ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ حوالجات ہدیۂ ناظرین کر چکا ہوں آخر میں حنفیوں کی معتبر اور مستند اور شہرہ آفاق تفسیر روح البیان کا حوالہ لیجئے۔

حضرت الشیخ اسماعیل حقی حنفی نے فرمایا کہ

وَفِی قَصَصِ الْاَنْبِیَآءِ وَغَیْرِهَا اَنَّ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُشْتَاقٌ اِلٰی لِقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ کَانَ فِی الْجَنَّةِ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ هُوَ مِنْ صُلْبِكَ وَیَظْهَرُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ فَسَاَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ کَانَ فِی الْجَنَّةِ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ النُّوْرَ الْمُحَمَّدِیَّ فِیْ اِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ فَلِذٰلِكَ سُمِّیَتْ تِلْكَ الْاِصْبَعُ مُسَبِّحَةً کَمَا فِی الرَّوْضِ الْفَائِقِ اَوْ اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی جَمَالَ حَبِیْبِهٖ فِیْ صِفَاءِ ظُفْرَیْ اِبْهَامَیْهِ مِثْلَ الْمِرْاٰةِ فَقَبَّلَ اٰدَمُ ظُفْرَیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ فَصَارَ اَصْلًا لِذُرِّیَّتِهٖ فَلَمَّا اَخْبَرَ جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا (روح البیان ص ۶۴۸ ج ۲)

ترجمہ: قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام

کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم چمکایا تو اس نور نے اللہ کی تسبیح پڑھی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا جیسا کہ روض الفائق میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمدی کو حضرت آدم کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثلِ آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جب جبریل امین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

تجربہ شاہد ہے ہم نے صرف اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام "رفع الوسواس" ہے۔ مزید تفصیل اس میں پڑھیے۔

اگر تجربہ کرنا چاہیں تو اذان سنتے ہی جونہی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سنیں تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیریں۔ زندگی بھر آنکھوں کے جملہ امراض سے صحت نصیب ہوگی اور اس کا ہمارے اہل سنت نے تجربہ کیا ہے آپ بھی آزمائیے۔ اور مرنے کے بعد جنت نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اذان بلالی بہ زمانۂ عمر رضی اللہ عنہ: اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں جب تمام ملک شام فتح ہوگیا اور صرف بیت المقدس باقی رہ گیا جو اسلام کا سابق قلعہ و قبلہ اور عیسائیوں کا مرکز دین تھا تو اسلامی محاصرہ کے بعد وہاں کے باشندوں نے سپہ سالار اعظم امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی۔

کی کہ خلیفہ اسلام تشریف لائیں اور اپنے دستِ مبارک سے معاہدۂ صلح مرتب فرماویں تو ہم شہر کو ان کے حوالے کر دیں چنانچہ اہالیانِ بیت المقدس کی درخواست کے مطابق حضرت فاروقِ اعظم بیت المقدس تشریف لے گئے اہل شہر کے لئے معاہدۂ صلح تحریر فرمایا شہر مسلمانوں کے سپرد ہو گیا ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ ایفا فرمایا دشمنوں پر تمہیں فتح عطا فرمائی ملکوں کا وارث بنا دیا تمہاری قوت زمین پر مضبوط کر دی لہذا اپنے اس پروردگار کا بدلہ تمہارے پاس شکر کے سوا کچھ نہ ہونا چاہئے۔ خبردار، خبردار دیکھو گناہوں میں مبتلا ہوں۔ گناہوں میں آلودگی خدا کی نعمت کی ناشکری ہے اور جب کوئی قوم خدا کی ناشکری کرتی ہے اور اس سے تائب نہیں ہوتی تو خدا اس سے عزت و اقبال چھین لیتا ہے اور اس پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے"

اس مجمع میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور حضرت صدیق اکبر ہی کے عہد سے شوقِ جہاد میں شام چلے آئے تھے حضرت عمر کو حضرت بلال کیساتھ خاص عقیدت و محبت تھی آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ

"بلال! تم پر اللہ کی رحمت ہو، کیا تم ہمارے لئے اذان نہ دو گے"

حضرت بلال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا تھا کہ اسی وقت سے آپ نے اذان دینی چھوڑ دی تھی لیکن حضرت عمر کی فرمائش کو رد

نہ کر سکے۔ جواب دیا۔

"امیر المومنین! بخدا میں عہد کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے کہنے سے اذان نہ دوں گا۔ لیکن میں آج آپ کی تعمیل حکم کے لئے اذان دیتا ہوں کیونکہ آپ اسی ایک نماز کے اذان کے لئے فرما رہے ہیں۔"

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہنے کے لئے کھڑے ہوئے حضرت بلال کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کا نکلنا تھا کہ صحابہ کرام کے جذبات میں قیامت برپا ہوگئی انہیں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا حضرت بلال کی اذان کا ہر فقرہ صحابہ کے دل وجگر کے ٹکڑے کئے جاتا تھا لیکن جب وقت ان کی زبان مبارک سے ان کے لہجہ خاص میں اشہد ان محمدا رسول اللہ نکلا صحابہ کرام میں گریہ وبکا کا ہنگامہ برپا ہوگیا حضرت بلال اذان کہہ رہے تھے اور لوگ زار زار رو رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل کی تو روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور ان کی طبیعت کسی طرح ہی قابو میں نہیں آتی تھی حضرت عمر نے ہزار مشکل سے انہیں صبر دلایا

ف، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دن ان سے زیادہ کسی کو اتنا شدید روتا ہوا نہ دیکھا گیا۔ (مدارج ج ۲)

حضرت صدیق اکبر

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اذان بلال

: رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کا ذکر الاستیعاب میں ہے ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ (مدارج صد ۱۰۴ ج ۲)

لیکن شاہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو ان سے اجازت طلب کی حضرت فاروق نے فرمایا کیا چیز تمہیں میرے پاس رہنے اور اذان کہنے سے روکتی ہے حضرت بلال نے عرض کی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اذان کہی ہے کیونکہ وہ والئ نعمت تھے اب میں افضل العبادۃ جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اے بلال راہ خدا میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے۔

یہ واقعہ عام روایات اور مشہور احادیث کے خلاف ہے

(مدارج النبوۃ اردو صہ ۱۰۰۵ ج ۲)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمانۂ فاروقی میں ہی شام کو چلے گئے تھے اس کی مختصر تفصیل آگے چل کر عرض کروں گا ان شاء اللہ تعالےٰ۔

وصال یار اور عشاق کا حال زار حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال شریف ہوا تو عشاق کا حال یوں تھا

اور بلال کی آخری اذان :- گویا کہہ رہے تھے۔

تو بہار من کجا شدان گل شاداب کو ــــ میتوان دیدن بخواب اے جبینا خواب کو

در شب تاریک ہجراں رہ نمی یابیم باز ــــ سوئے منظورے کہ ہم شمع است وہم مہتاب کو

راستگان را مرہم ویاران غمگین را فرح ــــ عاشقان را بوے صبح وتشنگان را آبکو

اذان کی استدعاء ایک دن لوگ ظہر کے وقت مُصر ہوئے کہ بلال آج تو اذان سنا دو۔ اس عاشقِ خستہ جگر نے ہر چند عذر کیا کہ صاحبو! میری اذان کا قدردان دنیا سے اٹھ گیا مجھے کیوں ستاتے ہو مگر مشتاقوں نے نہ مانا اور حسنین رضی اللہ عنہما بھی

بضد ہوئے کہ بلال ہم کو بھی بڑا اشتیاق ہے شہزادوں کا فرمان بلال سے نہ ٹالا گیا
مینار کے اوپر چڑھ گئے مدینہ میں شور اٹھا کہ لوگو دوڑو آج بلال اذان دیتے ہیں یہ صدا
سنکر مشتاقوں کے ٹھٹھ لگ گئے جس وقت بلال نے زبان سے "اللہ اکبر" نکالا۔ مدینہ
کے دل سے ایک شور نالہ و فغاں کا بلند ہو کے آسمان سے پار نکل گیا اور جب روضہ متبرکہ
کی طرف ہاتھ کر کے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو مدینہ میں کوئی ایسا متنفس نہ تھا
جو سر پیٹ پیٹ کے روتا نہ ہو یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں جان
کھوتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ وہ دن بھی ویسا ہی ماتم انگیز اور مصیبت خیز
تھا جیسا کہ روز وفات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تھا اگرچہ کتب سیر میں ہم کہیں نہیں ملا مگر
مولٰنا مولوی حضرت غلام امام شہید قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا ہے کہ جناب بلال رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اسوقت مینار سے گر پڑے اور جان بحق تسلیم ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

فوائد: ۱۔ یہ واقعہ محدثین رحمہم اللہ نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے
دور سے سفر کرنے کی اثبات میں نقل کیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابو الدرداء سے
جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۔ آج کل تو جالی مبارک کو چومنے والوں کو حرام، حرام کی آوازیں کسی جاتی
ہیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے حدیث مذکور میں مروی ہے کہ وجعل یمرغ
وجہہ علیہ

۳۔ اگرچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی موت اور آپ کا مزار شام میں مشہور ہے
لیکن یہ واقعہ جسے مولٰنا غلام امام شہید کا بیان فرمایا بظاہر تو صحیح معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا بلال
رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ فرمایا تو پھر حضرت بلال رضی اللہ
مزار رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر واپس شام کیسے چلے گئے ہوں گے۔

لیکن چونکہ جمہور کے قول سے ستاپی نامناسب ہے اسی لئے اسی کو ترجیح دے کر
یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس وقت سکتہ طاری ہوا ہو گا جسے موت

سے تعبیر کیا گیا بعد از افاقہ انہیں شام پہونچایا گیا ہو جہاں ان کا وصال ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

۴۰ یہ روایت سند جید کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں ہے وفاء الوفاء صہ ۱۳۵۶ ج۲، الکوکب المضی صہ ۱۸۰۱۶ وغیرہ وغیرہ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مہ و سال

جیسا کہ پہلے گذرا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ کی غلامی میں تھے اور اس کے کاروبار میں آپ خصوصیت سے معتمد علیہ تھے۔ صاحب موذن الرسول نے مالک و مملوک کا ایک مکالمہ لکھا۔ ملاحظہ ہو۔

حکایت

مالک و مملوک صبح کو اٹھکر کہیں جا رہے تھے۔ آگے امیہ پیچھے حضرت بلال۔ اچانک امیہ بولا۔

اُمیہ بلال اس سال تجارت کا قافلہ تیار ہے تم بھی تیاری کا پروگرام بناؤ لیکن گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی دوسروں سے بازی جیت لینا یعنی خوب نفع کمانا۔

بلال:۔ اطمینان فرمایئے صاحب دیکھنا اس سال گذشتہ سال سے بھی ہمارا کام بڑھیا ہوگا۔

اُمیہ:۔ سنا ہے دوسروں کے قافلے کل جائیں گے تم آج ہی سے اپنا سامان مکمل کر لو۔ کہیں تم ان سے پیچھے نہ رہ جاؤ۔

بلال:۔ صاحب فکر کی کوئی بات نہیں میری ہمت سے آپ خوب واقف ہیں دیکھنا ہم ان سب سے پہلے نکلیں گے۔

اُمیہ:۔ میرے بیٹے کا انتظار نہ کرنا وہ سست ہے اگر تم قافلے سے رہ گئے تو میں صرف تم سے ہی بازپرس کروں گا۔ یہ کہہ کر دونوں مالک و مملوک کعبہ کی جانب چل پڑے اور امیہ سرداران قریش کے حلقہ میں بیٹھ گیا کہ وہ ان کی مجلس شوریٰ تھی جس میں کل جانے والے قافلے کے بارے

ہیں سوچ بچار کریں گے اور بلال باہر کھڑے انتظار کر رہے ہیں امیہ نے انہیں کہا میں تیرا یہاں انتظار کردوں گا تم اتنی دیر میں ھبل (بت) کی بارگاہ میں پہونچ کر کل کے سفر کے بارے میں فال نکلوا لو۔ بلال ھبل (بت) کی کچہری میں چلے گئے وہاں دیکھا ایک بڑا ہجوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجوم بت سے ایک فیصلہ کرانا چاہتے ہیں وہ فیصلہ ایک بچے کے بارے میں ہے۔

بچہ کی کہانی

ایک عورت بچہ ہاتھ میں لئے کھڑی ہے اس کے مرد کو شک ہے کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے۔ بت کا خادم چند تیر الٹے سیدھے گھما رہا ہے لیکن وہ بیچاری عورت کا حال ناگفتہ بہ ہے، سخت پریشان ہے کہ نامعلوم اس بیچاری کے بارے میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد عورت کے نام تیر نکلا جس پر لکھا "صریح" عورت اسے دیکھ کر بیحد مسرور و خوش ہو گئی اور بچے کو سینے سے لگا لیا اور شوہر کو شوخ نگاہی سے دیکھ کر کہا دیکھا بت نے کیسا بہتر فیصلہ فرمایا۔

حضرت بلال اور بت کا نذرانہ

حضرت بلال امیہ کے حکم پر بت کے خادم کو کچھ نذرانہ دیکر سوال کیا کہ کل ہم سفر کو جا رہے ہیں اس کا کیا بنے گا۔ کاہن یعنی بت کے خادم نے حسب عادت تیر گھمائے اس سے نتیجہ نکلا کہ سفر پہ نہ جاؤ۔ اس سے حضرت بلال سخت مغموم ہوئے۔ کاہن آپ کو مغموم دیکھ کر کہنے لگا اور نذرانہ دو ممکن ہے بت مہربان ہو جائے آپ نے دوبارہ نذرانہ ادا کیا۔ کاہن نے تیر گھمایا تو ایک تیر پر لکھا نظر آیا، مسافر، سفر کرو۔ حضرت بلال خوش ہو گئے لیکن اپنے مالک کے اطمینان کے

لئے اور نذرانہ دے کر دوبارہ فال نکلوالی تو بھی سفر کی اجازت کا قرعہ نکلا۔ مطمئن ہو کر امیہ کے پاس آئے اور اسے سارا حال سنایا۔ امیہ نے کہا اب تیاری میں لگ جاؤ۔

قافلہ کی روانگی

صبح ہوتے ہی قافلہ چل پڑا۔ بنی جمح کے قافلہ کی سرداری حضرت بلال کے سپرد ہے اور قافلوں کی قطاریں تاحد نگاہ رواں دواں ہیں حضرت بلال نے اپنی سُریلی آواز سے گیت پڑھنے شروع کر دیئے آپ کے گیتوں نے قافلوں کو سفر کی تھکان محسوس تک نہ ہوئی یہاں تک کہ ملک شام میں اس وقت پہونچے جب سورج غروب کرنے والا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلی ملاقات

قافلوں کو اپنے اپنے مقام پر مرتب کر کے تاجر سردار ایک جگہ پر آئندہ لائحہ عمل کے لئے مشورہ کے لئے بیٹھے تھے ان میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ وہاں سے حضرت بلال کا گزر ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اما ندی صوتک یا بلال	کتنا بلند آواز ہے تیری اے بلال
وما احلاہ انسانا تعب	اور کیسی میٹھی آپ نے ہمارے راستے
الطریق وقصر علینا	کی تھکان بھلا دی بلکہ مسافت کی درازی
المسافات	محسوس تک نہیں ہونے دی۔

اس کے بعد جتنا عرصہ قافلوں نے ملک شام میں بسر کیا حضرت ابو بکر صدیق و حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی آپس میں بکثرت ملاقاتیں ہوتی رہیں بلکہ اچھا خاصا یارانہ ہو گیا۔

صبح کو قافلوں نے واپس

صدیق اکبر کا خواب اور راہب کی تعبیر

مکہ معظمہ جانا ہے اسی صبح کی رات کے وقت میں حضرت ابوبکر کو حضرت بلال نے جاتے دیکھ کر آپ کے پیچھے ہو لئے۔ حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا کہ بلال آ رہا ہے علیک سلیک پر حضرت بلال نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں آپ، فرمایا راہب کے ہاں جا رہا ہوں کیونکہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر پوچھونگا۔ حضرت بلال نے کہا تو آپ کا خصوصی معاملہ ہے مجھے اجازت فرمائیے میں واپس چلا جاؤں حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں چلیئے۔ آپ بھی میرے خواب کی تعبیر سن لیں۔

راہب :۔ دونوں کو دیکھ کر پوچھا کیسے آنا ہوا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ :۔ میں نے خواب دیکھا۔ اس کی تعبیر بتائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام خواب سنا چکے۔

راہب :۔ تم کہاں کے باشی ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ :۔ ہم مکہ کے لوگ ہیں۔

راہب :۔ کونسا قبیلہ ہے آپ کا۔

حضرت ابوبکر :۔ قریش

راہب :۔ کیا مشغلہ ہے۔

حضرت ابوبکر :۔ تجارت

راہب :۔ ان صدق اللہ رویاك فانہ یبعث نبی من قومك تکون وزیرہ فی حیاۃ وخلیفۃ من بعد مماتہ (دواعی اسماء ص۸)

اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیری قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا تم اس کی زندگی میں ان کے وزیر ہوں گے اور ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ۔

بلال میں عشق رسول کا آغاز

حضرت بلال راہب و ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ تمام گفتگو غور سے سنتے رہے آپ نے راہب سے پوچھا کہ نبی کون ہوتا ہے۔

راہب:۔ اللہ کی طرف سے پیغام لانے والا محبوب بندہ۔

بلال:۔ یہ سن کر فرمایا یہ لات و عزیٰ و منات وغیرہ ان کا کیا بنے گا یہ کچھ نہ کر سکیں گے۔

راہب:۔ وہ نبی ان سب کو پاش پاش کر دے گا۔ بس ایک خدا باقی ہوگا۔

قافلے واپس

قافلے شام سے مکہ کو واپس پہونچے ان کی عادت تھی کہ واپسی پر پہلے کعبہ کا طواف کرتے پھر گھروں کو جاتے حضرت بلال انہی میں شامل ہیں لیکن دل ان کے ساتھ نہیں۔ طواف تو کرتے لیکن بتوں سے سخت نفرت۔ طواف کعبہ کے بعد حضرت بلال اپنے مالک اُمیّہ کے پاس تجارتی سامان پیش کئے۔ اس سال خوب منافع کمائے لیکن اُمیہ نے ذرہ برابر بھی توجہ نہ دی اور نہ ہی حضرت بلال کو اتنا بڑے کارنامہ پہ شاباشی دی۔ حضرت بلال کے دل پر سخت چوٹ لگی کہ کاش غلامی کا پھندا گلے میں نہ ہوتا۔ اور نہ ہی یہ ذلت دیکھنی پڑتی کہ مالک نے میری ایسی سخت محنت ومشقت کی قدر نہ کی۔ اسی فکر میں گھلتے رہے۔ رات کے کسی وقت میں ہاتف غیبی نے مژدہ بہار سنایا کہ اے خدا کے بندہ مبارک ہو۔ عنقریب تیرے گلے سے غلامی کا پھندا اترنے والا ہے۔

اس جس پر خلق خدا رشک کرے گی۔ ایسے سرفراز ہونیوالے ہو کہ خلق خدا تمہاری قسمت پر رشک کریگی۔

ملاقات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دعوت اسلام

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دن رات پریشانی اور حزن وملال سے گزرتے۔ قلق واضطراب اور بے چینی سے نیند آنکھوں سے اڑ گئی ایک رات کو کمرے میں آرام فرماتھے کہ ایک پرکشش آواز کانوں میں گونجی۔ یا بلال یا بلال۔ باہر نکل کر دیکھا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ مصافحہ ومعانقہ کے بعد۔

ابوبکر :۔ اے بلال تمہارے لیے ایک عظیم خوشخبری لایا ہوں۔

بلال :۔ کیسی خوشخبری۔

ابوبکر :۔ نبی آخر الزمان کا ظہور ہو چکا مبارک ہو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بلال :۔ ان کا اسم گرامی۔

ابوبکر :۔ حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بلال :۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔

ابوبکر :۔ ان کے اعلان پر میں سب سے پہلے حاضر ہوا اور عرض کی آپ کی نبوت پر میرا ایمان ہے لیکن معجزہ تو انہوں نے فرمایا کہ وہی جو تو نے خواب میں دیکھا اور تعبیر راہب نے بتائی اور اے بلال تم بھی میرے خواب وتعبیر خود سنتے رہے۔ فلہذا میں تو اب ان کا دل وجان سے شیدا ہو چکا تمہیں بھی دعوت دینے آیا ہوں۔

بلال :۔ ہاں مجھے یاد ہے اس وقت سے تو میں بھی انتظار میں ہوں۔ کہ خدا کرے مجھے بھی انتظار ہے فلہذا سنیئے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ

واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہ،

ابوبکرؓ۔ لیکن اس راز کو مخفی رکھنا۔ کہیں تمہارے مالک کو علم ہوگیا تو پھر... یہ کہہ کر آپ (ابوبکر) چلے گئے لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ صبح اٹھتے ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر بیعت کی اور پھر لگاتار روزانہ بلا ناغہ حاضری دینے لگے لیکن اس کی امیہ کو خبر تک نہ ہونے دی۔

راز فاش اور امتحانِ بلال کا آغاز

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عشق میں مست تھے رات دن آپ کے گیت گاتے ایک رات کو اپنے عشق کی وارفتگی میں بتوں کی مذمت کرتے رہے اور توحید و رسالت کی باتیں اپنے طور بیان کرتے رہے۔ کوئی ایک بدبخت سن رہا تھا۔ صبح کو فوراً امیہ کو سارا ماجرا سنا دیا۔ وہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا پھر وہی کیا جو پہلے صفحات میں مذکور ہوا۔

حضرت بلال لکھنا سیکھتے ہیں

مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں صدیق اکبر کے ساتھ رہنے لگا یہاں نہ کہیں ظلم تھا اور نہ کہیں ظالم۔

ہر طرف سکون و راحت و سرور تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میری خوب مہمان نوازی فرماتے۔ روزانہ صبح کی نماز کے بعد بکریوں کا دودھ دوہنا آپ کا معمول تھا۔

آپ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔

ایک روز فرمایا۔
بلال! تمہیں اب نیا کام کرنا ہے کیا تم اب اس سے زیادہ مشقت کر سکتے ہو جتنی کبھی پہلے کر چکے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔
میرے اس جواب سے انہیں صدمہ ہوا۔
فوراً دودھ کا برتن نیچے رکھا۔
فرمایا۔
سنو بلال (رضی اللہ عنہ) تم اب آزاد ہو۔ اور تمہیں لکھنا سیکھنا ہے۔
جی ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ یہ سنکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔
پھر میں نے لکھنا سیکھنا شروع کیا۔
میں نیل کی پتیوں سے روشنائی بناتا پھر لکھتا رہتا کبھی درختوں کے تنوں پر۔ کھالوں پر۔ کیچڑ میں۔ راکھ میں۔ پتھروں پر۔
الغرض جہاں کہیں بھی حروف بن سکتے، لکھا کرتا۔
پس آہستہ آہستہ مجھے لکھنا آگیا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روزانہ میرے لیے قلم کاٹ کر لاتے۔
مجھے لکھتا دیکھتے اور بہتری کے لیے مدد فرماتے۔
ایک روز...... آپ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو بے حد مسرور تھے۔ مجھے دیکھ کر مسرت میں اضافہ ہوا۔
میرے روشنائی سے رنگے ہاتھوں کو چوم کر فرمایا۔
آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔

میں نے اپنے ہاتھوں کو روشنائی سے خوب بھگو دیا وہ مکمل طور پر لتھڑ چکے تھے۔ پھر..... میں عجیب سی قلبی کیفیات کے ساتھ۔
ان ہاتھوں کو تکتا رہا۔
اس طرح میرے اسلام کے شروع کے کچھ دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مہمان کی حیثیت سے گزرے۔

قبل ہجرت کے سنگین حالات

ہجرت سے قبل کی سنگینی حالات مشہور ہے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے حالات سب سے زیادہ سنگین تھے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے حالات کی سنگینی اتنا تکلیف دہ محسوس نہ ہوئی جتنا انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کے مشاہدات سے محسوس کیا وہ حالات بھی چند ایک نہیں درجنوں سے افزوں تھے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد مسلمانوں کے لیے آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ دعوت اسلام کی اس عظیم الشان تحریک کے سربراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست چچا جناب ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پردہ فرما گئیں۔
جناب ابوطالب کی موجودگی میں کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی جرات نہیں کر سکتے تھے لیکن شفیق چچا کے انتقال کے بعد دشمن کھل کر سامنے آئے۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ وجود مسعود جو دنیا میں رحمت کا پیکر بن کر آیا تھا۔ جو سراپا رحمت

تھا، باطل کے پرستاروں کے مظالم کے سامنے ڈٹ گیا۔

۲۔ ایک روز قریش کے ایک اوباش نے سربازار سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر اقدس پر مٹی ڈال کر اپنے جہنمی ہونے کی راہ ہموار کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حال میں گھر تشریف لے گئے۔ صاحبزادیوں میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں جب کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تسلّی دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ رو نہیں میری بیٹی۔ اللہ (عزّوجل) تیرے باپ کا حامی و ناصر ہے۔
(ابن اسحاق)

نوٹ:۔ یہ منظر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا ہوگا تو ان پر کیا گزری ہوگی۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں جنہیں درد دل سے کچھ حصہ نصیب ہے۔

۳۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کے لوگ اپنی اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ابوجہل نے کہا، تم میں سے کون ہے جو جاکر فلاں شخص کے گھر سے ذبح کی ہوئی اونٹنی کے پیٹ کی آلائش اور اس کی خون سے لتھڑی ہوئی آنتیں اٹھا لائے اور اس شخص کی پیٹھ پر سجدے کی حالت میں رکھ دے۔ اس پر ان کا سب سے زیادہ شقی آدمی عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور یہ گندگی لاکر اس نے سجدے کی حالت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک یا دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ اس کے بوجھ کی وجہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں پڑے رہے قریش کے بدبخت لوگ یہ منظر دیکھ کر خوب ہنستے رہے اور ہنسی میں لوٹ پوٹ ہوکر ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ اتنے میں کسی نے جاکر سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

گھر مبارک میں یہ اطلاع پہنچا دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سن کر دوڑی ہوئی آئیں اور یہ گندگی کا انبار کھینچ کھینچ کر پھینکا اور پھر اہل قریش سے مخاطب ہو کر انہیں بہت ڈانٹا اور انہیں بد دعائیں دیں جنہوں نے یہ گستاخانہ حرکت کی تھی۔ نماز مکمل فرمانے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدایا قریش سے نمٹ لے۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں کی ساری ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے خوفزدہ ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

نوٹ :۔ یہ کیفیت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھی ہو گی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر لخت جگر ہونے کی حیثیت سے دیکھا تو محسوس کیا۔ اسے انہوں نے لفظاً ظاہر بھی فرما دیا۔ لیکن اس منظر سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر کیا گزری۔ یہ وہ بتائیں جنہوں نے عشق کے درد سہے ہیں۔

بعثت تا ہجرت

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ غلاموں میں اوّل الاسلام ہیں آپ کے اسلام قبول کرنے کے وقت کل سات مسلمان تھے۔

آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نہ صرف آزاد کردہ غلام ہیں بلکہ تجارتی امور میں پرانے ساتھی بھی ہیں۔ آزاد کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم اور اپنے قلبی مدعا پر ہر وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ظاہر ہے کہ جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین نے اذیتوں و مشقتوں میں مبتلا رکھا تو ان مسکین مسلمانوں پر کیسے گزرتی ہو گی۔ جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ اور یار و مددگار نہ تھا۔ ایسے لوگ قریش کا خصوصیت سے تختہ مشق بنے ہوتے تھے ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

شعب ابی طالب اور اہل شرک کا بائیکاٹ

علاوہ دیگر اذیتوں کے تین سال شعب ابی طالب میں بھوک و دیگر تکالیف میں بسر ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے بالآخر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی خبر دینے پر معاہدہ (بائیکاٹ) ختم ہوا۔

فائدہ :۔ موذن رسول کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس بائیکاٹ کے دوران حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے رشتہ دار بھوک وفاقہ برداشت نہ کر سکے۔ اسی لیے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے لیکن حضرت بلال کو بھوک وفاقہ رفاقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ چھوڑا سکی۔ چنانچہ لکھا کہ

وحوصر المسلمون فی شعب ابی طالب وکان بلال بینھم وترکوا الجوع یستبدبھم ولبقی بلال ملازمًا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لبشاطرہ مایقاسیہ من الشدۃ والجوع صـ ۳۴۔

شعب ابی طالب میں مسلمان محصور ہو گئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی انہی میں تھے۔ تمام محصورین بھوک سے دوچار ہوئے حضرت بلال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے آپ کو ہر شدت وبھوک کے وقت ہر طرح کی راحت کے سامان بہم پہونچائے۔

فائدہ :۔ اسی صفحہ پر مصنف مرحوم نے لکھا کہ اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھوک سے سخت نڈھال ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا

شکم اطہر پیٹھ سے جا ملا اور آنکھیں اندر کو دھنس گئیں اور ہڈیاں جسم سے خالی ہو کر صاف نظر آنے لگیں اس کے باوجود حضرت بلال بہت بڑے خوش بلکہ نازاں ہیں کہ انہیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنہائی کی راتیں اور تنہائی کے دن یک جا رہنے میں نصیب ہو رہے ہیں۔

بارگاہ الٰہی میں عظمت بلال

حج کے موسم میں لوگ مختلف علاقوں سے جمع ہو رہے ہیں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ انہیں اسلام پیش کریں اگرچہ کفار مکہ نے اس میں بہت روڑے اٹکائے کہ ان لوگوں کی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکمت عملی کامیاب ہو گئی کہ ان کے سرداروں سے گفتگو کا موقعہ بنا ہی لیا۔ لیکن وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ شکایت کرنے لگے کہ وہ تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں ادھر آپ ہیں کہ آپ کو فقراء و مساکین لوگ ایک آن کے لیے بھی نہیں چھوڑتے بالخصوص بلال کے لئے انہیں یہ شکایت تھی کہ

فبلال یسیر معہ اینما سار	بلال تو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
و یذہب حیثما ذہب	کو چھوڑتا ہی نہیں سایہ کی طرح ساتھ پھرتا
موذن الرسول ص ۳۶	ہے جہاں وہ (رسول) وہاں یہ (بلال)

چنانچہ آیات وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (الآیۃ) کا مفسرین شان نزول بیان کرتے ہیں روح البیان نے تحت آیات ہذا میں ہے۔

مروی ہے کہ کفار کے روسائے نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ اپنی مجلس شریف سے فقراء جیسے صہیب و عمار و خباب و بلال و سلمان وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ہٹا دیں۔ اس لئے کہ معمولی لوگوں کے ساتھ ہمارا بیٹھنا نامناسب سی بات ہے دوسرے ان کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے وہ اس لیے کہ انہوں نے ادنی کپڑے پہنے ہوتے تھے جب تک یہ لوگ آپ کے ہاں ہیں ہم نہ آپ کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں اور نہ باتیں کر سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اہل ایمان کو لمحہ بھر کے لیے بھی اپنی مجلس سے دور نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کم از کم اتنی مہربانی تو فرمائیں کہ جب ہم آپ کے ہاں حاضری دیں تو ان کو اٹھا دیں تاکہ اہل عرب کو ہماری شان و شوکت معلوم ہو۔ اس لئے عرب کے مختلف مقامات سے آپ کے ہاں بڑے بڑے وفود حاضری دیتے ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں پھر جب ہم اٹھ جائیں تو آپ انہیں بیشک اپنے ساتھ بیٹھا لیں۔ حضور علیہ السلام ان کی شرط قبول کرنے کو تھے۔ اس ارادہ پر کہ کہیں یہ بدبخت ایمان لائیں لیکن اللہ تعالٰی کو گوارہ نہ ہوا۔ اس نے فوراً یہی آیت نازل فرما کر حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے سے نہ ہٹائیں جو صبح و شام اللہ تعالٰی کی یاد کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ مصنف نے لکھا کہ یہ روساء آپ سے کچھ لکھوانے چاہتے تھے اسی لیے وہ آپ سے مذکورہ بالا مطالبہ کیا آپ نے چند لمحات کے لئے فقراء صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھایا اس سے تمام فقراء صحابہ کی کیفیت یقیناً وہی ہو گی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تھی کہ ان لمحات کی جدائی پر ان کی

جان لبوں پر آجاتی اور اتنے پریشان کہ گویا ان پر حالت نزع طاری ہے۔
حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان روساء کے لئے قلم دوات منگوائی لیکن اندریں دوران ہی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے فوراً روسا سے کفار کو ہٹا کر فرمایا بلاؤ بلال اور ان کے ساتھیوں کو جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہی آیات پڑھ کر سنائیں کہ اللہ تعالے نے مجھے تمہارے لئے یہ حکم فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

مشاع السرور و فاضت	خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے
روحہ رضا و اطمینانا و دنا	روح اور دل اطمینان و خوشی سے
من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ	تروتازہ ہوئے۔ اس کے بعد تو
وسلم والبشر ظاہر علیہ	قرب کا یہ حال تھا کہ خوشی کے مارے
حتیٰ اصحبت رکبتہ فوق رکبتہ	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ
النبی الحبیب (موذن الرسول)	گھٹنے ملا کر بیٹھتے۔

ص ۲۸

جدائی گوارہ نہیں

آیات مذکورہ میں گویا اللہ تعالے نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ یہ آپ کے وہ عاشق ہیں جنہیں جدائی گوارہ نہیں فلہذا بلاضرورت انہیں اپنی مجلس سے دور نہ فرمایا کریں یہی وجہ ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد رفقاء کے بلال اور خصوصیت سے بلال رضی اللہ عنہ کو لمحہ بھر بھی جدا نہ فرمایا حوائج ضروریہ کو چھوڑ کر باقی تمام لمحات ان کی رفاقت میں گزارتے چنانچہ کتاب مذکور ہے۔

فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصبر ابدا حتی یقوموا وکان بلال واصحابہ یعلمون ذلک فاذا رما بلغت الساعۃ التی یرید ان یقوم النبی فیہا ترکوہ وانصرفوا فیقوم الرسول لقضاء حاجتہ (ص ۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ رونق افروز ہوتے یہاں تک کہ وہ خود اٹھ کھڑے ہوتے۔ حضرت بلال اور ان کے رفقاء کو یہ معلوم تھا۔ جب آپ جس گھڑی قضاء حاجت کے لیے اٹھنا چاہتے تو یہ لوگ آپ چھوڑ کر چلے جاتے یہاں تک کہ آپ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے۔

فائدہ | جس نبی الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس لمحہ بھر بیٹھنے کے لیے ملکوتی مخلوق ترستی تھی وہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی لمحہ بھر جدا نہ ہوتے۔

؎ فرقیست میان آنکہ یارش در بر
واں دگر دو چشم انتظارش بر در

ترجمہ :۔ ان دو عشاق کے درمیان بڑا فرق ہے ایک کے تو اس کا محبوب بغل میں ہو اور دوسرے کی آنکھیں انتظار کے طور دروازہ کو تک رہی ہوں۔

قصہ ہجرت | جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اہل مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی حد کر دی ہے ادھر اہل مدینہ نے آپ کو اپنے ہاں بار بار دائمی قیام کی دعوت پیش کی تو آپ اپنے تمام صحابہ کرام کو فرمایا۔

ان اللہ قد جعل لکم اخوانا ودارا تامنون بھا فھاجروا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں سبکو بھائی بنایا اور ایک ایسا دار میں ٹھہرایا تم وہاں امن وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرو گے اسی لیے اس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حکم سن کر اپنے دوستوں حضرت عمار و حضرت سعد بن ابی وقاص کو فرمایا ما ھاجر اللیلۃ "آنے والی رات کو میں تو ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اتنا جلدی کیوں۔ حضرت بلال نے فرمایا

قد امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالھجرۃ

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کا حکم فرمایا۔

اس میں تاخیر کیسی۔ حضرت سعد نے فرمایا۔

خیر البر العاجلۃ ما خرج معک اللیلۃ یا بلال۔

نیکی میں دیر کیوں۔ اے بلال انشاء اللہ میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ آنے والی رات چلیں گے۔ حضرت عمار نے فرمایا میں بھی ساتھ ہوں۔ تینوں دوست متفق ہو کر رات کے کسی حصہ میں مکہ معظمہ سے چل پڑے اور چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

جدائی کے سخت لمحے

حضرت بلال رفقاء سمیت بعافیت مدینہ طیبہ پہنچ تو گئے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر مچھلی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ پاک میں پہونچے تو

فاسرع بلال الیہ	حضرت بلال حضرت عمر کے ہاں
یستفسر منہ عن النبی	جلدی سے پہونچ کر پوچھا کہ حضور
وکیف خلفہ و متی	علیہ الصلوۃ والسلام کو کس حال میں چھوڑا
یوافیہم فاخبرہ عمر	آپ کب تشریف لائیں گے حضرت
وانہ سیکون بین ظھرانیہم	عمر رضی اللہ عنہ تسلی فرمائیے عنقریب
عما قریب (داعی اسماء ص ۴۲)	حضور تشریف لانے والے ہیں۔

اس سے حضرت بلال کو معمولی طور تسلی ہوئی لیکن آتش (مفارقت وجدائی) کی سوزش میں کمی نہ آئی۔ بالآخر یہ خبر گرم ہو گئی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں یہ خبر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی سن لی۔ اب روزانہ چند ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار فرماتے یہاں تک کہ دھوپ کی شدت سے دوسرے تو گھروں کو چلے جاتے لیکن حضرت بلال تنہا منتظر رہتے جب تک کہ سورج کی تپش انہیں جبراً واپس لوٹاتی۔

آگیا جس کا انتظار تھا

ایک دن گرمی سخت کے باوجود دوپہر کے بعد تک بھی مکہ کا راہ تک رہے تھے۔ مایوسی سے گھر میں پہونچے ہی تھے تو کانوں میں آواز گونجی۔ جاء نبی اللہ جاء نبی اللہ اللہ کا نبی آگیا۔ اللہ کا نبی آگیا۔ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) خوشی کے بارے گھر سے باہر نکلے لیکن سوچ میں پڑ گئے کہ کیا واقعی حضور علیہ السلام آگئے یا میں ایک خیالی آواز سے اٹھ کھڑا ہوں۔ ابھی سوچ میں تھے کہ دوبارہ آواز گونجی۔ جاء نبی اللہ جاء نبی اللہ۔ اللہ کا نبی آگیا۔ اللہ کا نبی

آگیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب تو یقین مستحکم ہوگیا۔ اس لیے بے تحاشہ دوڑے ان کے ساتھ دوسرے عشاق بھی سخت دھوپ میں دوڑے جارہے تھے دور سے حضرت بلال کی نگاہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تو بے ساختہ منہ سے نکلا۔ ھو اللہ رسول اللہ۔ بخدا وہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ شدت فرحت سے جان لبوں پر ہے اور دوڑنے میں سب سے آگے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہونچ گئے اور آپ سواری سے اترے اور تمام عشاق کے سلام کا جواب عطا فرمایا۔ قباء میں ڈیرہ جمالیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مدینہ طیبہ پہونچ چکے تھے اور روزانہ گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے۔ اے اللہ (عزوجل) میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرما۔ زمین کی طنابیں کھینچ لے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلد سے جلد مدینہ پہنچا دے۔

ایک روز اچانک صدائے تکبیر بلند ہوئی اور شور بلند ہوا کہ جاء نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اللہ (عزوجل) کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

عاشق زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پیاسی نگاہیں جس گوہر مقصود کی متلاشی تھیں آخر وہ نظر آگئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے آتے دیکھ کر ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیوانوں کی طرح دیکھنے

لگے اور بے اختیار آنکھوں سے موتی ڈھلک ڈھلک کر سرزمین مدینہ میں جذب ہونے لگے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی دیگر مہاجرین کی طرح وبائی بخار کا شکار ہو گئے ہیں اور کافی پریشان بھی رہے ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور دعا فرمائی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ صحت یاب ہو گئے اور پھر دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔

عصا بردار کون | حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص خدمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے چنانچہ مسجد کی تعمیر سے پہلے عصا مبارک اٹھا کر بمنزلہ سترہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا کرتے اور زندگی بھر عصا برداری آپ کے سپرد رہی یہاں تک کہ عیدین۔ استسقاء کے موقعہ پر پڑھی جاتی تو نماز کی جگہ پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے گاڑ دیتے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے لے کر چلتے تھے ان کے بعد حضرت قرظ کے ذمہ یہ خدمت سپرد ہوئی ان کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وصیّت فرمائی جس نے حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک انہوں نے اس خدمت کو سنبھالا۔

(ف) یہ وہی عصاء مبارک تھا جسے خلفاء کے بعد امراء کے آگے اٹھا کر چلتے۔

عہدہ اذان | حضرت بلال رضی اللہ عنہ آزادی کے بعد آقائے

کائنات مولائے شش جہاں علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات کی غلامی اختیار کی یہاں تک کہ سفر و حضر، مکی زندگی و مدنی زندگی کے جملہ لمحات در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسر کیے ہر جنگ میں ہر سفر میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے سرشار رہے، مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آغاز اذان سے مستقل موذن منتخب ہوئے کوئی نماز ایسی نہ گزری جس میں اذان بلالی کا ناغہ ہوا ہو اور اذان دیگر نماز باجماعت کی اطلاع کے لیے تادم زیست اپنے آقا کے در پہ جا کر عرض کرتے، حیّ علی الصلوٰۃ۔ حیّ علی الفلاح، الصلوٰۃ یا رسول اللہ (داعی السماء ص ۱۷) نماز کے لئے حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ مقدسہ سے باہر تشریف لاتے تو سب سے پہلے زیارت کا شرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوتا۔ ایسے ہی ہر اقامت کے لیے پشت مبارک کے جلوات سے سرشاری حضرت بلال کو نصیب تھی وہ نماز جو معراج اور قرۃ العین النبی کا مرتبہ رکھتی ہے ہر پانچوں کی جماعت اور تہجد کی اذان اور اسے اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر ادا کرنا کس کے حصے میں آئی وہ ہمارے ممدوح حضرت بلال تو ہیں۔

مصنف داعی السماء لکھتے ہیں کہ

لا یخرج فی الاذان و بما	صرف اذان کے لئے نہیں نکلتے
ترنم ببعض اشعر و	تھے بلکہ وہ ترنم سے ایسی بلند
هو صاعد الاذان رُماء	آواز سے اشعار پڑھتے جو اذان
لحاله وطلبا للتوبة و	کی آواز سے بہت اونچی آواز سے
والرحمة من الله ومن	ہوتے جو ان کے حال کے مطابق

ذاک انہ سمیع وھو | ہوتے کبھی تو بہ پر مشتمل ہوتے
یقول ؎ | کبھی اللہ سے رحمت طلبی ہوتی
ان سے یہ شعر بھی سنا گیا۔

ما البلال ثکلتہ امہ | ابتل من نضح دم جبینہ

ترجمہ:۔ بلال کون ہے اسے ماں روئے۔ اس کا ماتھا خون کے بہنے سے تر ہوا۔

بلال مدینے کا بیمار اور رفیق یار غار

حضرت بلال اور بعض مہاجرین مدینہ کی آب و ہوا میں بیمار ہو گئے اُس زمانہ تک مدینہ کی زمین وبا اور بخار والی تھی لیکن بعد از قدوم برکت لزوم، متبدل بہ طیب وصحت و سلامت ہو گئی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا سے اس شہر پاک کی وبا اور بخار کو جحفہ میں جو شرک و طغیان کا گھر تھا منتقل کر دیا حضرت ابوبکر بلال اور عامر رضی اللہ عنہم بھی اس کی وبا میں مبتلا ہو گئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار نے گھیرا تو وہ اس حالت میں کہنے لگے۔

کل امرٍ مصبح فی اھلہ | والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

یعنے ہر شخص اپنے اہل میں صبح کرنے والا ہے۔ حالانکہ موت اس کی جوتی کے بندھن سے زیادہ قریب ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی مزاج پرسی کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں خدا کی قسم میرے والد ہوش میں نہیں ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ وہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہیں اور حضرت بلال و عامر رضی اللہ عنہما کو دوسرے گوشہ میں مبتلا دیکھا۔ وہ کفار مکہ پر لعنت بھیج رہے تھے کہ انہوں نے مکہ سے نکالا۔ وہ مکہ

کے چشموں، باغوں اور مرغزاروں کی یاد میں اشعار پڑھ رہے تھے اور بحکم طبع واویلا اور بخار کی مدہوشی میں ہذیان میں مبتلا ہیں۔ سیدہ عائشہ رض نے ان کے احوال کی شکایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاکر کی۔ حضور نے فرمایا خداوندا ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کو ایسا محبوب بنا دے جیسا کہ ہم مکہ مکرمہ سے محبت رکھتے ہیں یا اس سے زیادہ اور مدینہ کی ہوا کو ہمارے جسموں کے لیے صحیح و درست بنا دے اور ہمارے صاع اور یعنی ناپنے تولنے کے پیمانوں میں بھی برکت دیدے اور اس جگہ سے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔

عقد مواخات

مدینہ طیبہ میں عقد مواخات کے سلسلہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عقد مواخات ابو رویحہ سے ہوا یعنی صبر و ثبات کے ساتھ اس منزل سے گزرنے کے بعد ہجرت کا واقعہ پیش آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس میں پیش پیش تھے چنانچہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہونچے اور حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے حضرت ابو رویحہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن خثعمی سے مواخات قائم ہوئی ان دونوں میں اتنی شدید محبت ہوگئی تھی کہ عہد فاروقی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام کی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا بلال تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابو رویحہ میرا وظیفہ وصول کریں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق پیدا کر دیا ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔

ہجرت سے قبل

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے قربت اور محبت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اس کو اپنے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل و انعام تصور فرماتے تھے اسی لیے دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کا خاص خیال رکھتے تھے۔

ذمہ داریاں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں صرف رہنا سہنا بلکہ صرف ایک نگاہ کرم بھی نصیب ہو تو قسمت کی یاوری کا کیا کہنا پھر وہ خوش بخت کتنا ہی مقدر کا سکندر ہے جسے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی صلاحیت کے پیش نظر ذمہ داری سپرد فرما دیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقدر اندازہ لگائیں کہ ہر وقت حاضری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ درجنوں ذمہ داریاں خود شہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپرد فرما رہے ہیں۔ بعض کی تفصیل اوراق میں گزر چکی ہے بعض کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا انشاء اللہ۔

ازالہ وہم

بعض مورخین نے حضرت ابو رویحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال کا حقیقی برادر لکھ مارا ہے سو وہ غلط ہے ابو رویحہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مواخاتی برادر تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی یاد

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت بلال

رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔ اتفاق سے ان دنوں مدینہ منورہ میں بخار وبائی صورت میں پھیلا ہوا تھا دیگر مہاجرین کی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی شدید بخار ہو گیا تیز بخار کی وجہ سے اکثر بے ہوش ہو جاتے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے مہاجرین نے وبا سے نجات پائی بخار اتر گیا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت دنوں تک نقاہت سے پڑے رہے حتیٰ کہ نماز بھی بیٹھ کر ادا فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اس بیماری کے دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی یاد ستاتی اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن خیثمہ کے مکان کے صحن میں جذبات سے بھرپور ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھا کرتے ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ

بواد وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ

وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

ترجمہ:۔ کاش معلوم ہو جاتے کہ اب میں کوئی رات مکہ کی وادی میں بسر کروں گا اور میرے آس پاس اذخر اور جلیل کا مرغزار ہو گا اور مجنہ کے چشمہ پر بھی میرا گزر ہو گا اور کیا شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں اب مجھے کبھی نظر نہ آئیں گی۔

ان اشعار میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ارض بطحا سے طبعی محبت کے چراغ روشن دکھائی دیتے ہیں اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک مشکل ترین حصہ مکہ میں گزرا لیکن نہ جانے کیوں انہیں مکہ کی یاد ستانے لگی تھی شاید

اس لیے کہ انہیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی لازوال دولت کے خزانے اسی شہر میں ملے تھے اور وہ ابتدائے عشق کی وارداتوں کو شوق اور والہانہ شیفتگی کے عالم میں اپنے تصور کے پردوں پر ابھرتا دیکھتے، مکہ کا پس منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا اور وہ نغمگی کا سہارا لے کر اشتیاق کے ساتھ درد و فراق کے اشعار پڑھنے لگتے۔

چند روز بعد حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی علالت اور مکہ کے اشتیاق کا حال سُنا تو عیادت کو تشریف لائے پھر یہ دعا فرمائی۔

" اے اللہ بلال رضی اللہ عنہ کی بیماری کو ٹال دے اور مکہ سے زیادہ مدینہ کو ہمارے لیے محبوب بنا دے "

مدینہ طیبہ میں مواخات کا سلسلہ شروع ہوا تو سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو رویحہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا اور ان دونوں میں مثالی محبت ہو گئی۔

اذانِ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے بعد مسلمانوں کا ایک مرکز بن گیا تھا جہاں وہ اکٹھے ہو کر اپنی عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تمام امورِ حیات پر صلاح مشورہ کر سکتے تھے پنجگانہ فرض نمازوں کی با جماعت ادائیگی اب اس مسجد کی تعمیر کے بعد ممکن ہو گئی تھی۔ چنانچہ مقررہ اوقات پر نمازیوں کو جمع کرنے کے طریقے کار پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مشورے شروع فرمائے۔ ہر صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی رائے دی کسی نے کہا کہ آگ روشن کر دی جایا

کرے، کسی نے کہا ناقوس اور گھڑیال بجائے جائیں۔ بعض نے بگل بجانے اور بعض نے سنکھ بجانے کا مشورہ دیا۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا طریقہ چاہتے تھے جو کافروں کے عبادت کے طریقوں سے یکسر مختلف ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت کوئی شخص مدینہ منورہ کی گلیوں میں ح اَنتِ الصَّلوٰۃ کی منادی کیا کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو مان لیا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس خدمت کے لیے مقرر فرمایا۔ ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ہر نماز سے پہلے مسجد کے صحن سے "الصلوٰۃ جامعۃ" پکارا کریں۔ چند دنوں بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سامنے سے گزر رہا ہے اور اس کے دونوں شانوں پر (عمامے کے شملوں کی طرح) دو سبز کپڑے ہیں اور ہاتھ میں ایک سنکھ ہے آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا تم اس کو کیا کرو گے؟ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو تو میں نماز باجماعت کے لیے اس کو بجا کر لوگوں کو جمع کر سکوں گا۔ اس پر اس شخص نے جواب دیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتلائے دیتا ہوں پھر اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو اذان کے الفاظ (جو آجکل اذان میں استعمال ہوتے ہیں) سکھاتے۔

یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ شخص مسجد کی چھت پر کھڑا تھا۔

اس کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا اور پھر کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما بن زید نیند سے بیدار ہوئے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

اور سارا خواب بیان کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جو کچھ تم کو بتایا گیا ہے وہ تم فلاں کو بتاؤ۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی خواب سے ملتا جلتا خواب بھی بیان کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اذان کے کلمات یاد کروا کر اذان پڑھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حجرہ مبارک کے عین سامنے کھڑے ہو کر اذان اپنے مخصوص انداز میں پڑھی، صبح صادق کا وقت تھا، جوں ہی اذان کی دلکش صدا فضا میں گونجی۔ میٹھی نیند سے تمام مسلمان بیدار ہو گئے۔

بہ سر سینہ سلمان وورد بود رداء
بہ نور جان صہیب و ندائے صبح بلال (رضی اللہ عنہ)

(جامی)

اسی روز سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ کتنے خوش نصیب ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسحور کن نغمے کے لیے ان کی ذات کا انتخاب فرمایا۔ آپ کی ایسی نغمگی سے اہل ذوق، اہل سوز اور اہل دل کی زندگی وابستہ تھی۔ مدینہ منورہ میں اس آواز کا عجیب عالم ہوا کرتا۔ صدائے اللہ اکبر کے ساتھ ہی مسلمان اپنے تمام کام چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس آواز میں بلا کی دلآویزی تھی۔ ہر شخص صامت و ساکت رہ جاتا۔ نجانے اس خداداد نغمہ میں کیا اثر تھا جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو اپنی گرفت میں لے لیا کرتا تھا۔

اذان فتح مکہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دی تو مشرکین کو بہت تکلیف ہوئی چنانچہ ان میں سے بعض لوگوں نے حارث بن ہشام سے کہا تم دیکھ رہے ہو۔ آج یہ غلام کعبہ پر چڑھا ہوا ہے۔ انھوں نے حکمت عملی سے اس کو ٹال دیا اور کہا۔ بھائی جانے دو اگر خدا کو ناپسند ہوگا تو اس کو بدل دے گا۔

بلال سے پیار حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" نکلتا تو سننے والوں پر رقت طاری ہوجاتی۔ نماز کا وقت قریب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سے فرماتے،

"قُمْ یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ"

ترجمہ:۔ (بلال رضی اللہ عنہ) اٹھو اور اذان پڑھ کر نماز شروع کرو اور اس سے میرے دل کو راحت پہنچاؤ۔

روزانہ بار بار دیدار اذان پڑھنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک کے قریب ہوکر عرض کرتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آتے۔ فجر کے وقت حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اذان شروع ہوتے ہی باہر تشریف لے آتے۔ ایک روز آنے میں

تاخیر ہوئی تو اضطراب کی حالت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا۔

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

نماز نیند سے بہتر ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی مسجد کے صحن میں تشریف لے آئے یہ کلمہ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بے ساختہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے نکلوایا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند آیا اور اس دن کے بعد اس کلمے کو فجر کی اذان میں پڑھنے کا حکم فرما دیا۔

فائدہ:۔ اس سے شیعہ کا رد ہو گیا وہ کہتے ہیں کہ یہ اضافہ حضرت عمرؓ نے کیا حالانکہ دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اضافہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔

اذان سے پہلے درود وسلام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل اذان کے انتظار میں بیٹھے رہتے اور مقررہ وقت پر اذان شروع فرماتے۔ اذان سے پہلے لحن کے ساتھ یہ فرمایا کرتے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ وَ اَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ"۔

"اے اللہ عزوجل میں تیری حمد و ثناء کرتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں کہ قریش تیرے دین پر قائم ہو جائیں"

کبھی کبھی اذان سے پہلے کوئی ایسا شعر بھی ترنم سے پڑھ دیتے جس

میں ان کے اسلام کے ابتدا کا ذکر ہوتا۔

تردید الوہابیہ اور صلوٰۃ وسلام عبد الاذان

آجکل بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کے آرزومند عشاق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اذان سے پہلے کچھ دیر بیٹھتے ہیں تاکہ وقت مقررہ پہ اذان دی جائے اور عشق کی وجہ سے اذان سے قبل درود شریف پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل اشعار ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یقیناً درود پاک سب سے عظیم تر کلمہ ہے ترنم سوز اور کیف ومستی سے سزین کلمہ۔

اذان تہجد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحر کی اذان تہجد کے آخر وقت دیا کرتے تھے اسی وجہ سے اب تک مدینہ منورہ میں فجر سے قبل دو اذانیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ نماز فجر کے لئے (۲) تہجد کے لئے۔

اذان بر قبر

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آغوش لحد میں آسودہ کیا گیا تو مٹی ہموار کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے اس پہ پانی چھڑکا اور پھر دل غمگین کے ساتھ اپنی اس دور کی آخری اذان پڑھی جونہی اشہد ان محمد رسول اللہ کی تکرار کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین لرز اٹھے (ابن سعد ص ۱۶۸ ج ۱) اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت شدت کیفیت میں ایسے ڈوبے کہ نڈھال ہو کر گر پڑے۔

فائدہ :۔ اذان بر قبر جو اہلسنت میں مروج ہے اس کی اصل یہی روایت ہو سکتی ہے۔ تفصیل دیکھئے امام احمد رضا کا رسالہ ایذان الاجر" اور ان کے

فیض سے فقیر کا رسالہ "اذان بر قبر"

اذان بلال ختم

وصال حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بار بار اصرار فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھنے کی معافی چاہی اور رو رو کر کہا مجھے اس کے لئے مجبور نہ کیجیے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما لینے کے بعد میں یہ خدمت انجام نہ دے سکوں گا کیونکہ وہ حسن مطلق میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہے جس کے لیے میں اذان پڑھا کرتا تھا (حضرت بلال کی اذانوں کی تفصیل فقیر کے رسالہ "اذان بلال" ضروری ہے۔

موذنین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سعد قرظی رضی اللہ عنہ جو بعہد رسالت میں مسجد قبا کے موذن تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان پڑھنے سے معذرت پر آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے مسجد نبوی شریف کے موذن مقرر کیے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسجد نبوی شریف میں نابینا صحابی حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ بھی اذان دیا کرتے تھے مکہ مکرمہ میں اذان کا فریضہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھا۔ یہی تھے چار موذنین رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ابو محذورہ موذن کیسے بنے

غزوہ حنین سے واپسی پر مکہ مکرمہ کے چند بچوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر نقل اتاری۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں کو یہ ادا بہت پسند آئی ان بچوں میں حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کی آواز بلند اور خوش کن تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

بڑی شفقت سے انہیں اذان کے الفاظ سکھائے اور فرمایا تو اہل مکہ کا موذن ہے بعد ازاں اسی ارشاد کی تعمیل میں حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام کا موذن مقرر کیا گیا۔

فائدہ :۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع ہے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ترجیع اذان کے لئے نہیں تعلیم کے لئے تھی جسے حضرت ابو محذورہ نے اجتہاد سے اسے اذان سمجھ کر ہمیشہ ترجیع کرتے رہے اور شوافع جن کی تقلید میں غیر مقلدین ترجیع کو ترجیح دیتے ہیں ہم احناف کا ان پر سوال ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائمی اذان بلال سے پڑھائی تو پھر تم کیوں آپ کے خلاف کر کے اجتہاد صحابی پر عمل کرتے ہو۔

حضرت بلال کا دائمی عمل

ابن اسحاق بنی نجار کی ایک عورت سے روایت فرماتے ہیں کہ وہ فرماتی تھیں کہ میرے گھر کا صحن مسجد نبوی شریف سے ملا ہوا تھا میں دیکھتی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر روز طلوع فجر سے پہلے دیوار پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہوتی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے" اے اللہ میں تیری تعریف اور حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ اے اللہ! قریش کو ہدایت کر کہ وہ تیرے دین کو قبول کریں اور اس پر قائم ہوں" پھر اذان شروع فرماتے۔ وہ عورت فرماتی تھیں کہ میں نہیں جانتی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک روز بھی اس دعا کو ترک کیا ہو۔

فائدہ :۔ اذان سے قبل یا بعد کے منکرین درود و سلام سے

ہمارا سوال ہے کہ اگر ضد نہ کرو تو مسئلہ واضح ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان سے قبل دعا کے تم قائل ہو تو دُعا درود کے بغیر ہوتی ہی نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو دُعا درود و سلام کے بغیر ہے وہ دُعا لٹکی رہتی ہے اور حضرت بلال سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے یہ دعا درود شریف کے بغیر مانگی ہو۔

معجزہ در اذان

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سردی کے دنوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور بیٹھ رہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے تو مسجد خالی تھی اور ان کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ عزّوجل! ان لوگوں سے سردی دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمانا تھا کہ لوگ جوق در جوق نماز کے لیے مسجد میں آنے شروع ہو گئے۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ اذان بلال میں دیکھیے۔

قبل الاذان و بعدہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اذان سے پہلے اور بعد درود پاک پڑھنے کے ثبوت میں فقیر نے متعدد رسالے تصنیف کئے حسن اتفاق سے اکثر مطبوع ہوئے اور بار بار یہاں بھی مضمون کی مناسبت سے تحریر حاضر ہے یہ بھی ایک رسالہ کی صورت اختیار کر گئی ہے یہ علیحدہ شائع کیا جائے تو نام اوپر تجویز کردہ یا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

مقدمہ

مخفی مباد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر کثرت صلوٰۃ و سلام اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار انعامات کا مستحق ہے۔ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ محبوب اور پسندیدہ عمل ہے جو اللہ تعالےٰ خود بھی کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ تم بھی میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین
اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔

فائدہ:۔ آیت قرآنیہ کے بعد مندرجہ ذیل احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی عظمت وفضیلت واضح ہوتی ہے۔

۱۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ۔	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ محبوب وہی شخص ہوگا

(رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیحہ)

جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

۲۔ عن انس انہ سمعہ من صلی علی مرۃً واحدۃ صلی اللہ علیہ وسلم عشر صلوات وحط عنہ بہا عشر سیئات ورفع لہا عشر درجات۔ (رواہ النسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ حضور نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی دس خطائیں معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔

۳۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شئی حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے یہاں تک کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے۔

۴۔ عن عبدالرحمٰن بن عوف قال فقال (صلی اللہ علیہ وسلم) ان جبریل قال لی الا ابشرک ان اللہ عزوجل یقول من صلی علیک صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو اس بات کی خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جس نے آپ پر درود بھیجا میں

علیہ (الترغیب) اس پر رحمت بھیجتا ہوں اور جس نے آپ پر سلام بھیجا، میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

۵۔ مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی علیہ السلام میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل فرمائی۔

"انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس قدر درود شریف پڑھا کروں۔ فرمایا جس قدر چاہو۔ عرض کیا چوتھائی پڑھوں یعنی تین حصے دیگر وظائف اور دعائیں اور چوتھائی حصہ درود شریف، فرمایا جتنا چاہو، اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے عرض کیا کہ آدھا؟ فرمایا۔ جتنا چاہو مگر درود شریف اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے عرض کیا کہ اچھا دو تہائی درود شریف فرمایا جس قدر چاہو۔ اگر درود اور زیادہ کرو تو بہتر ہے عرض کیا کہ کل درود شریف، پڑھا کروں گا یعنی بجائے دیگر دعاؤں اور وظیفوں کے صرف درود پڑھا کروں گا فرمایا کہ اذا یکفی ھمک ویکفر لک ذنبک۔ تو یہ درود شریف تمہارے سارے رنج وغم کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔ وللہ الحمد"

فائدہ :۔ یہ آیت اور احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام صاحب قلب سلیم اور دماغ فہیم کے لیے کافی و وافی ہے ورنہ فضائل درود شریف کا احصاء ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے محدثین و علماء کاملین نے اس مقدس موضوع پہ مستقل ضخیم کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ باب قواعد

۱۔ امت مسلمہ میں آج تک کسی نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام بھیجنا حضور کی تعظیم اور حضور کا اکرام ہے اس اکرام و

تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا تخصیص صلوۃ وسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب اور پسندیدہ ہے اذان سے قبل ہو یا اذان کے بعد، یا اس کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں جب کہ حضور کی تعظیم و تکریم کے منافی اس میں کوئی پہلو نہ پایا جاتا ہو۔

۲ ۔ وہابی دیوبندی صلوۃ وسلام قبل الاذان یا بعد الاذان کو ناجائز حرام اور بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں جو کام کتاب وسنت سے ثابت نہیں یا صحابہ کرام نے اس کام کو نہ کیا ہو وہ بدعت اور حرام ہے وہ کہتے ہیں کہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا دین کی تحریف ہے۔ اور یہ عمل آیت کریمہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے عموم و اطلاق کے منافی ہے لہٰذا جائز نہیں۔ یہ انکا خیال غلط ہے دراصل قاعدہ یوں ہے کہ عموم واطلاق کا مفہوم یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب بھی صلوۃ وسلام پڑھا جائے گا وہ صلوا اور سلموا، کے تحت امر خداوندی کی تکمیل میں شامل ہوگا ایسی صورت میں اسے ناجائز اور بدعت کہنا زیادتی ہے۔

قاعدہ اذان سے پہلے ہو یا اذان کے بعد ہر صورت میں درود جائز بلکہ مستحسن اور باعث ثواب ہوگا جو لوگ اسے بدعت اور حرام کہتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ عام کا وجود خاص ہی کے ضمن میں پایا جاتا ہے اور مطلق کا تحقق ہمیشہ مقید ہی کے ضمن میں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اذان سے پہلے ہو یا اذان کے بعد، بہر صورت جائز اور مستحسن ہے۔

قاعدہ اگر کوئی شخص اذان سے قبل صلوۃ وسلام پڑھنے کو سنت اعتقاد کرتا ہے تو یقیناً اس کا یہ اعتقاد خصوصیت سے بدعت

قرار پائے گا کیونکہ اس خصوصیت کے ساتھ اس کے سنت ہونے پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں جائز و مستحسن ہونا سنت کو مستلزم نہیں۔

قاعدہ بدعت کی یہ تعریف صحیح نہیں کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے نہیں کیا وہ مطلقاً بدعت ضلالت ہے بے شمار کام جائز و مستحسن ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیے بلکہ ایسے کام بھی مستحسن ہیں جو عہد صحابہ اور عہد تابعین اور صدیوں تک نہیں ہوئے مگر اس کے باوجود بھی وہ جائز بلکہ موجب ثواب ہیں اسی لیے علماء امت نے احداث اور بدعت کو اقسام خمسہ کی طرف منقسم کیا ہے تفصیل کے لیے دیکھیئے فقیر کا رسالہ بدعت ہی بدعت۔

باب نمبر ۲

اقسام بدعت

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

البدعۃ بکسر الباء فی الشرع ھی احداث مالم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی منقسمۃ الی حسنۃ وقبیحۃ قال الشیخ الامام المجمع علی امامتہ وجلالتہ وتمکنہ فی انواع العلوم وبراعتہ ابو محمد عبد العزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ ورضی عنہ فی آخر کتاب القواعد البدعۃ منقسمۃ الی واجبۃ ومحرمۃ ومندوبۃ ومکروھۃ ومباحۃ۔ قال والطریق فی ذالک ان تعرض البدعۃ

علی قواعد الشریعۃ فان دخلت فی قواعد الایجاب فھی واجبۃ او فی قواعد التحریم فمحرمۃ او الندب فمندوبۃ او المکروہ فمکروھۃ او المباح فمباحۃ۔

لفظ "بدعت" بکسر الباء شریعت میں اس کے معنی ہیں پیدا کرنا اس چیز کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی اور وہ حسنہ اور قبیحہ کی طرف منقسم ہے الشیخ الامام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب القواعد میں فرمایا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجبہ، محرمہ، مندوبہ، مکروہہ اور مباحہ۔ انہوں نے فرمایا اس میں طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا۔ اگر قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجبہ ہے یا قواعد تحریم میں داخل ہو تو محرمہ ہے یا قواعد ندب میں داخل ہو تو مندوبہ ہے مکروہہ میں داخل ہو تو مکروہہ ہے یا مباح میں داخل ہو تو مباحہ ہے۔

اس کے بعد امام موصوف نے ہر قسم کی متعدد مثالیں بیان کی ہیں مثلاً بدعت واجبہ کی مثالوں میں انہوں نے علم نحو اور حفظ غریب الکتاب والسنۃ من اللغۃ اور اصول فقہ اور کلام فی الجرح والتعدیل کو پیش کیا ہے اور بدعت محرمہ کی مثالوں میں مذاہب قدریہ جبریہ، مرجبہ اور مجسمہ کو بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ ان اہل بدعت پر رد کرنا بدعت واجبہ سے ہے اور مندوبہ کی مثالوں میں انہوں نے سراؤں اور مدرسوں کے بنانے کو بیان فرمایا۔ اس کے ساتھ امام موصوف نے فرمایا۔

وکل احسان لم یکن فی العصر الاول ومنھا التراویح۔

یعنی ہر وہ نیک کام جو عصر اول میں نہ تھا جن میں تراویح بھی شامل ہے بدعت

مندوبہ ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بدعت مکروہہ کی مثالوں میں مساجد کے مزخرف کرنے اور مصاحف کی تنزدلیق (منقش کرنا) بیان کیا اور بدعت مباحہ کی مثالوں میں امام موصوف نے فرمایا کہ۔

والبدع المباحۃ امثلۃ منھا المصافحۃ عقب الصبح والعصر

یعنی بدعت مباحہ کی مثالوں میں سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہے

ما احدیث من الخیر میں ہر طریقہ حسنہ شامل ہے نماز صبح اور نماز عصر کے بعد مصافحہ بھی مباح ہے اور ازدیار محبت بین المسلمین کی نیت خیر سے ہو تو اس کے مستحسن ہونے میں کلام نہیں۔

وروی البیھقی باسنادہ فی مناقب الشافعی عن الشافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابا اوسنۃ او اثر اواجماعا فھذہ البدعۃ الضلالۃ والثانیۃ ما احدث من الخیر لاخلاف فیہ لواحد من العلماء وھذہ محدثۃ غیر مذمومۃ وقد قال عمر رضی اللّٰہ عنہ فی قیام شھر رمضان نعمت البدعۃ ھذہ یعنی انھا محدثۃ لم تکن وانا کانت لیس فیھا رد لما مضیٰ ھذا آخر کلام الشافعی رضی اللّٰہ عنہ۔ کتاب تھذیب الاسماء واللغات للامام العلامۃ النووی جلد ۲ ص ۲۲-۲۳۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس کلام میں حسب ذیل امور صراحتًا مذکور ہیں

۱۔ ہر وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ ہو، بدعت

ضلالت نہیں۔

۲۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو کسی دلیل شرعی کے خلاف ہو۔ بدعت ضلالت ہے دوسری وہ بدعت جو عہد اول کے کسی امر خیر اور دلیل شرعی کے منافی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔

۳۔ مطلقاً احداث مذموم نہیں جو احداث دین کے منافی یعنی دلیل شرعی کے خلاف ہو وہی احداث فی الدین ہے اور اسی کو احداث مذموم کہا جائے گا۔ بدعت شرعیہ اور بدعت ضلالت بھی اسی احداث مذموم کو کہتے ہیں قبل الاذان یا بعد الاذان صلوٰۃ وسلام ہرگز مذموم نہیں نہ یہ بدعت شرعیہ ہے جسے بدعت ضلالت کہا جائے بلکہ یہ بدعت حسنہ ہے جس کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے کتاب اللہ میں صلو وسلموا کا ارشاد جس میں کوئی تخصیص اور تقیید نہیں اس کے لیے اصل ہے۔

بعد اذان کی تصریح

احادیث میں اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام کا حکم صراحتاً وارد ہے۔

۱۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں اپنے فتاوی کبریٰ شریف میں صحیح مسلم شریف کی اور ابن ماجہ کے علاوہ سنن اربعہ کی وہ احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں اذان کے بعد اور دعائے وسیلہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم وارد ہے مثلاً یہ حدیث نقل فرمائی۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرًا ثم سلوا اللہ

تعالیٰ لی الوسیلۃ - یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم موذن سے سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے اللہ سے طلب وسیلہ کرو۔

(الحدیث فتاویٰ کبریٰ جلد اول ص ۱۳۰ طبع مصر)

۲۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مخالفین کے امام ابن قیم جوزی نے جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام کے صٓ پر سنن ابی داؤد سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علیہ صلوۃ صلی اللّٰہ علیہ عشرا ثم سلوا اللّٰہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللّٰہ وارجوان کون ان ھو فمن سائل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جب تم موذن سے سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو تو جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگو جو ایک مقام ہے جنت میں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندہ کو دیا جائے گا امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا جس نے

میرے لیے وسیلہ طلب کیا اس کے لیے شفاعت واجب ہو گئی۔

(راوہ مسلم عن محمد بن سلمہ جلاء الافہام ص ۱۷)

فائدہ ان مذکورہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اذان کے بعد اور دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کے باوجود صلوٰۃ قبل الاذان کے بارے میں اگرچہ حدیث میں کوئی واضح ذکر موجود نہیں لیکن آیت قرآنی اور احادیث نبویہ کے عموم و اطلاق سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام قبل الاذان جائز ہے اور اس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے اور اس پر کوئی منع شرعی وارد نہیں۔

فائدہ علامہ ابن حجر موصوف سے اذان کے متعلق چند سوالات کئے گئے جن میں یہ تین سوال بھی شامل تھے۔

۱۔ یہ کہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان مسنون ہے یا نہیں؟ جیسا کہ بعد الاذان مسنون ہے۔

۲۔ یہ کہ اذان ختم ہونے کے بعد صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل محمد رسول اللہ کہنا مسنون ہے یا نہیں؟

۳۔ یہ کہ اذان کے فوراً بعد محمد رسول اللہ کہنے اور قبل الاذان صلوٰۃ علی النبی سے روکا جائے گا یا نہیں؟ علامہ موصوف نے تمہید جواب کے طور پر فرمایا

اما صلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان والاقامۃ فانہما مندوبان۔

یعنی اذان اور اقامت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے یہاں پر یہ امر ملحوظ رہے کہ امام موصوف نے مسئلہ

تو بیان کیا کہ اذان اور اقامت دونوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام مندوب ہے لیکن کوئی حدیث ایسی وارد نہیں کی جس میں اقامت کے بعد صلوۃ وسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔

ولم ار فی شئ منہا التعرض للصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان ولا الی محمد رسول اللہ بعدہ ولم نر ایضاً فی کلام ائمتنا تعرضا لذلک ایضا فحینئذ کل واحد من ھذین لیس بسنۃ فی محلہ المذکور فیہ فمن اتی بواحد منہا فی ذلک معتقد اسنیتہ فی ذالک المحل المخصوص نہی عنہ ومنع منہ لانہ تشریع بغیر دلیل ومن شرع بلا دلیل یزجر عن ذالک وینہی عنہ

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود صلوۃ وسلام کا امر حدیث میں صراحۃً وارد ہے اور قبل الاذان ہم نے یہ حکم کسی حدیث میں نہیں دیکھا اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ کہنے کا حکم بھی ہم نے کسی حدیث میں نہیں پایا لہٰذا ان میں سے کوئی بھی اپنے محل مذکور میں سنت نہیں جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کام کو بھی اس کے محل مخصوص میں اس کے سنت ہونے کا معتقد ہو کر کرے گا اسے روکا جائے گا۔

فائدہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صلوۃ وسلام قبل الاذان اور لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان

مطلقاً منہی عنہ نہیں ۔ نہی اس وقت کی جائے گی جب ان کے محل مخصوص میں ان کی سنیت کا اعتقاد کر کے یہ کام کرے یعنی اس کا یہ اعتقاد ہو کہ صلوٰۃ و سلام قبل الاذان سنت ہے اور اگر اس محل کی خصوصیت کے ساتھ اس کی سنیت کا معتقد نہ ہو بلکہ آیت کریمہ "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" کے مطابق وہ مطلقاً صلوٰۃ وسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب عند الشرع اعتقاد کر کے اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو وہ یقیناً صلوٰۃ وسلام کے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کا یہ صلوٰۃ وسلام ممنوع نہ ہوگا اور اسے اس صلوٰۃ و سلام سے ہرگز روکا نہ جائے گا کیونکہ نہی اور زجر کی علت تشریع بلا دلیل ہے اور یہ تشریع بلا دلیل اسی وقت پائی جائے گی جب کہ وہ اس کے محل مذکور کی خصوصیت کے ساتھ مقید کر کے اس کے سنت ہونے کا اعتقاد کرتے یعنی اس کا اعتقاد یہ ہو کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام سنت ہے۔

ازالہ وہم حقیقت یہ ہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے ہرگز اس اعتقاد سے نہیں پڑھتے کہ قبل الاذان کی خصوصیت سنت ہے بلکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں مطلقاً صلوٰۃ و سلام کو موجب اجر و ثواب جان کر پڑھتے ہیں لہٰذا انہیں روکنا اور ان کے اس صلوٰۃ وسلام کو بدعت سیئہ اور ناجائز قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم و ستم ہے۔

اس عبارت کے بعد امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فائدہ) کا عنوان قائم کر کے ارقام فرمایا۔

قد احدث المؤذنون الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب الاذان للفرائض

الخمس الا الصبح و الجمعة فانهم لا يفعلون ذلك فيهما على الاذان و الا الغروب فانهم يفعلونه غالبًا لضيق وقتها و كان ابتداء حدوث ذلك فی ایام السلطان الناصر صلاح الدين بن ايوب و بامره فی مصر و اعمالها و سبب ذلك ان الحاكم المخذول لما قتل امرت اخته المؤذنين ان يقولوا فی حق ولده السلام على امام الطاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده الى ان ابطله صلاح الدين المذكور و جعل بدله الصلوٰة و السلام على النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعم ما فعل فجزاه الله خيرًا ولقد استفتی مشائخنا و غيرهم فی الصلوٰة و السلام عليه صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان على الكيفية التی يفعلها المؤذنون فافتوا بان الاصل سنة و الكيفية بدعة و هو ظاهر كما علم مما قررته من الاحاديث (فتاوی کبریٰ ص ۱۳۱ ج ۱)

خلاصہ ترجمہ:۔ جاری کیا موذنوں نے صلوٰۃ و سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچوں فرضی نمازوں کی اذان کے بعد سوائے صبح اور جمعہ کے کیونکہ ان دونوں میں وہ صلوٰۃ و سلام کو اذان پر مقدم کرتے تھے اور سوائے مغرب کے۔ کیونکہ مغرب میں وقت کی تنگی کی وجہ سے وہ اکثر صلوٰۃ و

سلام نہ پڑھتے تھے اس کے جاری ہونے کی ابتداء سلطان ناصر الدین بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے مصر اور اس کے علاقوں میں ہوئی اس کا سبب یہ ہوا کہ حاکم مخذول جب قتل کر دیا گیا تو اس کی بہن نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس مقتول حاکم کے بیٹے کے حق میں کہیں "السلام علی الامام الطاہر" پھر اس کے بعد یہ سلام خلفاء پر استمرار کے ساتھ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسے صلاح الدین مذکور نے روکا اور اس کی بجائے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام شروع کرا دیا۔ فنعم ما فعل فجزاہ اللہ خیرا" یعنی اس نے بہت اچھا کیا پس اللہ تعالیٰ اسکو بہترین جزا عطاء فرمائے اور ہمارے مشائخ شافعیہ اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام کے بارے میں اذان کے بعد اسی کیفیت پر جس کے مطابق موذنین کرتے ہیں تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ اصل سنت ہے اور کیفیت بدعت ہے اور وہ ظاہر ہے جیسا کہ احادیث کی روشنی میں میں نے اسے ثابت کیا۔

اس عبارت سے یہ امر واضح ہے کہ موذنین نے جو صلوۃ وسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ جاری کیا وہ یہ تھا کہ صبح اور جمعہ میں صلوۃ و سلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان تھا اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں بعد الاذان اور صلوۃ وسلام کا یہ طریقہ جس میں صلوۃ وسلام قبل الاذان اور بعد الاذان دونوں شامل ہیں، سلطان ناصر صلاح الدین ایوبی کے حکم سے جاری ہوا اور اجراء کا سبب تفصیلاً مذکور ہو چکا جس کی بناء پر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان ناصر صلاح الدین کے حق میں فرمایا فنعم ما فعل یعنی اس نے بہت اچھا کیا فجزاہ اللہ خیراً۔

اللہ اسے جزائے خیر دے جس کام پر امام موصوف کی تعریف کی اور اسے جزائے خیر کی دعا دی وہ کام یہی تھا کہ نماز صبح اور نماز جمعہ میں صلوٰۃ وسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل الاذان تھا اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں بعد الاذان اگر صلوٰۃ قبل الاذان یا بعد الاذان علامہ ابن حجر کے نزدیک معاذ اللہ فعل قبیح یا بدعت سیہ تھا تو بدعت سیہ اور فعل قبیح کی وہ ہرگز تعریف نہ کرتے۔ نہ وہ ایسے ناجائز فعل پر اس کے حق میں دعائے خیر کے الفاظ بولتے۔ علامہ موصوف کی عبارت فنعم ما فعل فجزاہ اللہ خیراً" سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ وہ صلوٰۃ وسلام قبل الاذان اور بعد الاذان دونوں کو فعل مستحسن قرار دیتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ مشائخ نے صلوٰۃ وسلام بعد الاذان کی اصل کو سنت اور اس کی کیفیت کو بدعت قرار دیا تو اسے بدعت سیہ پر محمول کرنا باطل محض ہے کیونکہ علامہ ابن حجر نے اسی کیفیت محدثہ کے باوجود فنعم ما فعل فجزاہ اللہ خیراً" فرمایا معلوم ہوا کہ یہ بدعت حسنہ اور نعمت البدعۃ ہذہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ البتہ اگر نفس کیفیت مخصوصہ ہی کو کوئی شخص سنت اعتقاد کرے تو یقیناً یہ بدعت سیہ ہوگی کیونکہ یہ تشریح بلا دلیل ہے لیکن کوئی مسلمان یہ اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ مطلق صلوٰۃ وسلام ہی کو باعث برکت اور موجب اجر و ثواب سمجھتا ہے کسی خاص محل کا حدیث میں یا کسی دلیل شرعی میں وارد نہ ہونا اس کے ناجائز اور بدعت سیئہ ہونے کی دلیل نہیں۔

دیکھئے صلوٰۃ بعد الاقامۃ کو علامہ ابن حجر نے مندوب کہا۔ ایسی صورت

ہیں صلوٰۃ قبل الاذان کو معاذاللہ قبیح کہنا کس قدر قول قبیح ہے صلوٰۃ و سلام قبل الاذان وبعد الاذان کے متعلق جو کچھ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے بالکل وہی مضمون علامہ سخاوی نے اپنی کتاب "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" میں "ما احدثہ المؤذنون عقب الاذان" کا عنوان قائم کرکے ارقام فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع الامام العلامہ الحافظ شمس الدین بن محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر السخاوی الشافعی المولود ۸۳۱ھ المتوفی بالمدینۃ المنورہ ۹۰۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ وجزاہ عنا وعن المسلمین جزاءً حسناً" مطبعۃ الانصاف بیروت ص ۱۹۲، ۱۹۳۔

یہاں یہ شبہ وارد کرنا کہ صلوٰۃ وسلام قبل الاذان ہو یا بعد الاذان، اذان کے حدود وقیود کے خلاف ہے اور زیادہ فی الاذان ہے زیادہ فی الاذان چونکہ منع ہے لہٰذا صلوٰۃ وسلام قبل الاذان ہو یا بعد الاذان، جائز نہیں۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام قبل الاذان ہو یا بعد الاذان۔ نہ تو اذان کے حدود وقیود کے خلاف ہے اور نہ ہی زیادہ فی الاذان ہے گذشتہ اوراق میں ہم صحیح مسلم شریف اور سنن ابی داؤد شریف کے حوالے سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اذان کے اوّل اور بعد اور ہر دعاء کے اوّل وبعد درود شریف پڑھنا چاہیئے مزید فقیر کے رسائل میں پڑھیئے۔

وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب اذان کے بعد درود شریف پڑھنا اذان کے حدود وقیود کے خلاف نہیں تو قبل الاذان کیوں کر خلاف ہوگا نیز زیادہ

فی الاذان کا اعتراض بھی لغو ہے۔ اس لئے کہ کسی شے پر زیادہ اس کی جنس سے متحقق ہوتی ہے مثلاً پانچ نمازوں پر چھٹی نماز کا زیادہ کرنا اور اس کو مباح قرار دینا ہرگز جائز نہیں۔ لیکن صلوٰۃ وسلام قبل الاذان کو اس قبیل سے قرار دینا صریح جہالت ہے۔ چھٹی نماز، نماز کی جنس سے قرار پائے گی اور صلوٰۃ وسلام قبل از اذان ہو یا بعد از اذان، جنس اذان سے ہرگز نہیں لہٰذا اس کو زیادہ علی الاذان کہنا باطل محض ہے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے نماز کے درود میں لفظ "سیدنا" کی زیادہ کو مستحب اور افضل قرار دیا ہے

۳۔ صاحب درمختار نے فرمایا۔

"وندب السیادۃ لان زیادہ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ"

یعنی نماز میں درود شریف میں "سیدنا" کا لفظ کہنا مستحب ہے کیونکہ اخبار واقعی کا زیادہ کرنا عین ادب کی راہ پہ چلنا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا اس کے چھوڑنے سے افضل ہے ۔۔۔ اور شامی میں ہے

والافضل الاتیان بلفظ السیادۃ کما قالہ ابن ظھیرۃ وصرح بہ جمع وبہ افتی الشارع لان فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل من ترکہ (شامی جلد اوّل ص ۴۷۹) یعنی لفظ "سیدنا" لانا افضل ہے یعنی نماز کے درود شریف میں اللھم صلی علی سیدنا محمد کہنا افضل ہے جیسا کہ ابن ظہیرہ نے کہا اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی اور اسی کے مطابق شارح (صاحب درمختار) نے

بھی فتویٰ دیا۔ کیونکہ اس میں اس چیز کا لانا ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (یعنی حضور کی تعظیم و توقیر) اور زیادہ اخبار ہے اس واقع کی جو عین ادب ہے لہٰذا اس کا کہنا افضل ہے اس کے ترک سے نماز بالاتفاق عبادت ہے اور اس عبادت میں لفظ سیدنا کی زیادہ فقہاء کے نزدیک افضل ہے۔

فقہاء کرام کی اس تصریح سے دو باتیں واضح ہوئیں۔

۱۔ یہ کہ زیادہ فی العبادۃ مطلقاً ناجائز نہیں۔

۲۔ یہ کہ ہر وہ چیز جو عہد اول میں نہ ہوا سے حرام و ناجائز اور بدعت ضلالت کہنا باطل محض ہے۔

قرآن و حدیث اور فقہا کرام کے ارشادات کی روشنی میں اذان سے پہلے اور اس کے بعد صلوٰۃ وسلام کے پڑھنے کا جواز واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ تعصب سے بالاتر ہو کر بنظر تحقیق اگر عدل و انصاف سے کام لیا جائے تو انشاء اللہ اس مسئلہ میں کوئی تردد باقی نہ رہے گا اور ہر منصف مزاج کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اذان سے پہلے اور اس کے بعد صلوٰۃ وسلام جائز مستحسن اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا باعث ہے اور اسے بدعت سیہ ناجائز اور حرام کہنا قرآن و حدیث کی رو سے عظیم گناہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانچی

یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں سلطنت خداوندی کے مالک و مختار محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خازن مقرر ہوا تو سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور تادم زیست خازن اور الحمدللہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی حضرت بلال پر اعتماد فرمایا ہے اور جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ پر اعتماد کیا تو

آسمان والوں نے بھی آپ پر اعتماد کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو صرف اللہ کے محبوب بندوں کو نصیب ہوتی ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضورؐ نے انہیں اپنا خازن مقرر فرمایا۔ عبداللہ ہوازنی رضؓ فرماتے ہیں کہ "میں حضرت بلال سے ملا اور اُن سے میں نے دریافت کیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصارف کی کیفیت بتاؤ۔ آپ نے فرمایا حضور کے پاس کوئی مال نہ تھا، بعثت سے وصال تک میں ہی حضور کا خازن تھا جب بھی کوئی مسلمان آپ کے پاس اس حال میں آتا کہ اُس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو آپ مجھے حکم فرماتے میں جا کر کسی سے قرض لیتا، اُسے کھانا کھلاتا اور چادر خرید کر اُسے کپڑے پہنا دیتا"۔

۲۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خازن تھے ... وہ کونسا خزانہ تھا جس کے خازن حضرت بلال رضؓ تھے؟ وہی جو ظاہری زندگی میں فقر فخری کا اثاثہ۔

۳۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضؓ کے پاس تشریف لائے حضرت بلال کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا ہوا تھا آپؐ نے دریافت فرمایا۔ اے بلال یہ کیا ہے؟ بلال نے عرض کیا۔ میں نے یہ آپؐ کے اور آپ کے مہمانوں کے لیے رکھ چھوڑا ہے؟ حضور نے فرمایا۔ کیا تمہیں اس کا خوف نہیں کہ کھجوروں کا یہ ٹوکرا میرے لیے دوزخ کا ایندھن ہو۔ اے بلال خرچ کیئے جاؤ اور عرش کے مالک کی جانب سے کمی کا خوف نہ کرو۔ (موذن الرسول ص۵۷) اس کے متعلق پھر آئیگا انشاء اللہ)

۴۔ حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا، مجھے اللہ کے بارے

میں خوف زدہ کیا گیا اور اس قدر کہ کسی دوسرے شخص کو اتنا خوفزدہ نہیں کیا گیا اور مجھے اللہ کے راستے میں تکالیف دی گئیں اتنی کہ کسی شخص کو اتنی تکالیف سے سابقہ نہ پڑا۔ اور مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے سوائے اس مقدار کے کچھ نہ ہوتا تھا جسے بلالؓ اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے۔

۵۔ حضرت بلالؓ نے ان حالات میں آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور اس طرح اخلاقِ نبوی سے فیض یاب ہوئے اسی لئے اگر حضور نے اُن سے ایسے امور کا مطالبہ کیا جن کا دوسرے صحابہ سے مطالبہ نہیں کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ درانحالیکہ حضورؐ کا ارشاد ہے بہترین مال وہ ہے جو نیک آدمی کے پاس ہو لیکن حضرت بلالؓ سے حضورؐ نے یہ فرمایا۔ اے بلال! فقیر ہو کر مرنا، غنی ہو کر نہ مرنا"

فائدہ :۔ یہ خصوصیت آپ نے حضرت بلالؓ جیسے شخص سے برتی جنہیں اللہ نے آپؐ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ حضور اپنے عزیز ترین اصحاب سے اسی قسم کی خصوصیت برتا کرتے تھے تاکہ وہ لینے کے بجائے دیتے رہیں اور اللہ کی بارگاہ میں سبکبار ہو کر جائیں۔

جب حضورؐ نے حضرت بلال سے یہ فرمایا کہ " اے بلال! فقیر ہو کر مرنا غنی ہو کر نہ مرنا۔ تو حضرت بلال نے عرض کی یا رسول اللہ کس طرح ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ ملے اسے چھپا نہ رکھو اور جو تم سے سوال کیا جائے تو دینے سے مت رکو حضرت بلال نے عرض کی حضور! یہ کس طرح ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا یہی ہوگا ورنہ دوزخ۔

حضرت ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالےٰ الوفا میں آزاد خدام میں سے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ وقد کان بلال یخدمہ کیثرا وکان خازنہ علی بیت مالہ۔ حضرت بلال حضورؐ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکثرت خدمت کرتے اور آپ کے بیت المال کے خزانچی تھے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ ایک یہودی مجھے ملا اُس نے مجھ سے کہا کہ تجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر جب ضرورت ہوا کرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہو گا۔ اس سے قرض لینا شروع کر دیا جب ارشاد عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشاد والا کی تعمیل کر دیتا ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے کے لیے کھڑا ہی تھا کہ وہی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا او حبشی! میں اُدھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا قریب ختم کے ہے کہنے لگا چار دن باقی ہیں اگر تم نے میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اس طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ جیساکہ پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ مجھ پہ دن بھر جو گذرنا چاہیے تھا وہی گذرا۔ تمام دن رنج وصدمہ سوار رہا اور عشاء کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں، وہ ذلیل کرے گا اس لیے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا یہ عرض کر کے میں گھر آیا۔ تلوار لی، ڈھال اٹھائی۔ جوتہ اٹھایا یہ ہی سامان سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا

جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضور کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ بیٹھی ہیں حضور نے فرمایا خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بیباقی کا انتظام فرما دیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی، فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالےٰ نے سارے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے تمام دن گزر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضور نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضور نے فرمایا کہو جی کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا حضور نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا فرمائی حضور کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آ جائے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی ملک میں رہے اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے (الوفا ص ۳۷۸-۳۷۷)

عجیب انکشاف

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی سریلی آواز یہودی کے قلب پر یوں اثر انداز ہوئی کہ باوجود اسلام کے سخت دشمن ہونے کے اذان کی آواز پر جھوم جاتا۔ اس سے اسے خطرہ لاحق ہوا کہ اس آواز سے تو یہودیت ختم ہوسکتی ہے کہ جب اس پر متعصب و متشدد ہونے کے باوجود میرا جی بھی اسلام کی طرف کھنچ جاتا ہے اسی لیے کوئی ایسی صورت ہو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دوبارہ غلامی کے دائرہ میں لایا جائے اس کی آسان صورت وہی تھی کہ اس نے آپ کو قرض دینے پر آمادہ کیا اور سمجھا کہ اس سے قرض ادا نہ ہوگا تو میں اسے غلام بنالوں گا چنانچہ اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی خطرہ ہوگیا اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روپوش ہونے کی اجازت طلب کرلی۔ لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے، اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہ ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خزانچی کو کوئی پریشانی آئے اسی لئے ایسا سامان بنایا کہ یہودی منہ تکتا رہ گیا (موذن الرسول)

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا سے نفرت کس قدر تھی کہ اسے لمحہ بھر کی گھر پر رکھنا گوارہ نہ تھا اور ہم وہ ہیں کہ اس کمینی دنیا کو چھپا چھپا کر کے رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خزانچی سے میٹھا بول

سیدنا بلال رضی عنہ کو کئی عہدوں سے نوازا گیا تھا وہ بہت سے امور کو سرانجام دیتے تھے منجملہ ان کے ایک خزانچی کا عہدہ بھی تھا اسی لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت کے طور گاہے گاہے فرماتے تھے۔ انفق بلال و لا تخش من ذی العرش اقلالاً،

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزاز فی مسندہ)

اے بلال خرچ کیجیو دینے والے سے نہ ڈرو کہ وہ کمی کرے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حکایت

داخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بلال وعندہ صبر من تمر فقال ما ھذا یا بلال قال یارسول اللہ ذخرتہ لک ولضیفانک قال اما تخشی ان یفور لھا بخار من جھنم انفق یا بلال۔

حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے دیکھا ان کے آگے کھجوروں کا ڈھیر لگا پڑا ہے فرمایا یہ کیا۔ عرض کی حضور آپ کے اور آپ کے مہمانوں کے لیے میں نے جمع رکھا ہے فرمایا تجھے یہ ڈر نہ ہوا کہ اسے نار جہنم اڑا لے جائے گی اسے خرچ کیجیو۔

امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے مختلف روایات و مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے

فائدہ :- یہ روایت اجمالاً پہلے مذکور ہوئی اس سے کھلتا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے خزانچی بن جانے کے بعد اس عہدے سے

اتنا پیار ہو گیا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمانوں کے لئے اشیاء چھپا چھپا کر کے رکھتے یہ بھی مہمانوں سے ایک پیار کی دلیل ہے یہ ایسے ہے جیسے ماں بچوں کے لیے چیزیں چھپا کر رکھتی ہے جب ملنے سے تو اپنا پیار پورا کرتی ہے۔

نفقاتِ رسول کا نگران حضرت بلال رضی اللہ عنہ

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات کے نگران بھی تھے گھریلو ضروریات کے علاوہ اسلامی اخراجات کے نفقات بھی آپ کے سپرد ہوتے اور جب انہیں خرچ کرتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے کوچ کر کے جعرانہ تشریف لائے جہاں حنین کی غنیمتیں جمع کی گئی تھیں اہل سیر کہتے ہیں کہ تمام نقدیوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع کیا گیا تھا۔ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج آپ تمام قریش سے زیادہ تونگر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا۔ اس پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی اس سے مجھے بھی کچھ عنایت ہو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ ان کو انعام دے دو۔

(مدارج النبوۃ)

فائدہ: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اب اسلام کی قدر و منزلت معلوم ہوئی ہو گی کہ اب خدائی خزانے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے ہاتھ میں ہیں۔

خزانچی کو معجزہ دکھانا

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کئے بیٹھے ہیں۔ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو شاید کچھ نکل آئے۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں آپ نے ان کو ایک تھال پر رکھا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى التَّمَرَاتِ وَقَالَ كُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ۔ فَاَكَلْنَا ثَلَاثَةَ اَنْفُسٍ فَاَحْصَيْتُ اَرْبَعًا وَخَمْسِيْنَ تَمْرَةً اَعُدُّهَا عَدًّا وَنَوَاهَا فِيْ يَدِ الْاُخْرٰى وَصَاحِبَايَ يَصْنَعَانِ كَذٰلِكَ فَشَبِعْنَا وَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا فَاِذَا التَّمَرَاتُ السَّبْعُ كَمَا هِيَ فَقَالَ يَا بِلَالُ ارْفَعْهَا فَاِنَّهُ لَا يَاْكُلُ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا نَهَلَ مِنْهَا شِبَعًا

پھر ان پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! ہم تینوں نے حضور کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھائیں۔ حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا جب میں نے سیر ہو کر ان کو شمار کیا تو وہ چون تھیں اسی طرح ان دو شخصوں نے بھی سیری سے کھائیں جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھالیا تو حضور نے بھی اپنا دست مبارک اٹھالیا۔ وہ ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں۔ حضور

فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَعَى بِلَالًا بِالتَّمَرَاتِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ كُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ! فَأَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا ـ اِنَّا الْعَشَرَةُ رَفَعْنَا أَيْدِيَنَا وَاِذَا التَّمَرَاتُ كَمَا هِيَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اِنِّي أَسْتَحْيِي مِنْ رَبِّيْ لَأَكَلْنَا مِنْ هٰذِهِ التَّمَرَاتِ حَتّٰى نَرِدَ الْمَدِيْنَةَ عَنْ آخِرِنَا نَاعْطَاهُنَّ غُلَامًا فَوَلّٰى وَهُوَ يَلُوْكُهُنَّ

(ابو نعیم ابن عساکر، خصائص کبریٰ صفحہ ۲۷۴ جلد ۱)

نے فرمایا۔ اے بلال ان کو سنبھال کر رکھو اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں ہم نے ان کو نہ کھایا جب دوسرا دن ہوا اور کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ آپ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے سب سیر ہو گئے حضورؐ نے اپنا دست مبارک اٹھایا تو کھجوریں بدستور سات تھی آپ نے فرمایا اے بلال اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم وحیا نہ ہوتی تو واپسی مدینہ پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے پھر وہ آپ نے ایک لڑکے کو عطا فرمادیں وہ انہیں کھا کر جا تا رہا۔

فائدہ جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر وفاقہ کا طعنہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ مختار کل ہوتے تو انہیں فقر وفاقہ سے سامنا کیوں ہوتا۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ ان سات کھجوروں میں جتنی چاہتے برکت فرماتے مگر خدا تبارک وتعالیٰ سے شرم کرکے ان کھجوروں

کو خرچ فرما دیا اور اسی فقر اور بے سروسامانی کو ترجیح دی۔ یہ تو ظاہر
ہے کہ ان سات کھجوروں کی کوئی خصوصیت نہ تھی جن کھجوروں پر بھی آپ اپنا
ہاتھ مبارک رکھ دیتے ان میں برکت ہو جاتی بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
اختیارات عطا فرمائے تھے اور جب چاہتے ان کو کام میں لاتے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راز و
نیاز اور خصوصیات ہیں ان میں ممکن نہیں کہ عقل راہ پا سکے۔ مثلاً ذیل کے
واقعہ سے سمجھیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام
کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے
فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ توشہ دان میں چند کھجوریں
ہیں، فرمایا لے آؤ! میں نے حاضر کر دیں۔ جو کل اکیس ۲۱ تھیں۔ آپ نے ان
پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔

ثُمَّ قَالَ ادْعُ عَشَرَةً	پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے
فَدَعَوْتُ عَشَرَةً فَأَكَلُوا	بلایا۔ وہ آئے اور سیری سے کھا کر
حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ كَذَلِكَ	چلے گئے پھر دس شخصوں کے بلانے
حَتَّى أَكَلَ الْجَيْشُ كُلُّهُ وَبَقِيَ	کا حکم دیا وہ بھی کھا کر چلے گئے اسی
مِنْ تَمْرِ الْمِزْوَدِ قَالَ	طرح دس آدمی آتے اور سیری سے
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا أَرَدْتَ	کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام
أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ	لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں۔
يَدَكَ فِيهِ وَلَا تَكْفَهُ	فرمایا۔ اے ابوہریرہ ان کو اپنے
فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ	توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اِنْتَهَبَ مَا فِيْ بَيْتِيْ فَانْتَهَبَ الْمِزْوَدُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ كَمْ اَكَلْتُ مِنْهُ اَكْثَرُ مِنْ مِائَتَيْ وَسْقٍ وَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَسْقًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (رواہ البیھقی وابو نعیم خصائص کبریٰ ص۵۱ ج۲)

ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے عہد خلافت تک ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ تخمیناً پچاس وسق تو فی سبیل اللہ دیں

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدام میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کی خدمت عامیانہ حیثیت سے نہیں تھی بلکہ انہیں ایک امتیازی شان نصیب تھی اسی لئے۔

چنانچہ اس امتیازی شان کے کئی واقعات ہم لکھ چکے ہیں چند ایک یہاں درج ہوتے ہیں۔

ذوالبجادین کی قبر کی کھدائی میں رسول اللہ کی رفاقت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ مزنیہ قبیلہ کے باشندوں

میں سے تھے اور وہ اپنے والد سے یتیم ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے
سے قبل ان کے پاس کچھ نہ تھا اور ان کے چچا ان کی کفالت کرتے تھے یہاں
تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام پیدا ہو گئے
ان کے دل میں اسلام کی محبت موجزن تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے اسلام قبول
کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں لیکن اپنے چچا کے خوف سے
ایمان نہ لا سکتے تھے یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فتح مکہ سے واپس آ گئے اس وقت عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا اے چچا
میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔ اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ
نہیں رکھتا۔ مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں اس کے چچا نے
کہا خدا کی قسم اگر تو ایمان لے آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی تو
کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب کچھ چھین لوں گا حتیٰ کہ تمہارے جسم پر
جو کچھ کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مسلمان
ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی کو چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب
ہے تو سب لے لے میں اس سے دست کش ہوتا ہوں آخری وقت
میں تو ہر چیز لوں بھی چھوڑنی ہو گی۔ میں اس کی خاطر دین حق سے باز نہیں آ
سکتا یہ کہہ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کر اپنی والدہ کے پاس گئے
ان کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی انہوں نے فرمایا میں بت پرستی
اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں میری تمنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں مجھے کچھ کپڑا دو۔ جس سے میں اپنا ستر
چھپاؤں۔ ماں نے انہیں چادر دی۔ انہوں نے اس کے دو حصے کئے۔ ایک

حصہ کا تہ بند اور دوسرے کی چادر بنائی اس سبب سے ان کا لقب
"ذوالبجادین" ہوا بجاد کے معنی گلیم درشت (موٹی چادر) کے ہیں اس کے بعد
وہ بارگاہ بیکس پناہ کی طرف چل دیے سحر کے وقت حضرت عبداللہ
مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور حضور کی نظر مبارک ان پر پڑی تو فرمایا۔ تم
کون ہو۔ انہوں نے کہا! میں فقیر و مسافر آپ کا عاشق جمال ہوں۔ میرا نام
عبداللہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا نام عبداللہ اور
تمہارا لقب ذوالبجادین ہے ہمارے کاشانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس
رہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ اصحاب صفہ کے درمیان جہاں حضور اکرم
کے مہمان رہا کرتے تھے۔ رہنے لگے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
قرآن کریم یاد کرتے تھے اس زمانے میں صحابہ لشکر تبوک کی تیاری میں مشغول
تھے اور وہ مسجد شریف میں ذوق و شوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن شریف
پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم
پڑھتے ہیں۔ ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز و قرأت میں مزاحم ہوتی ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر ان کو اپنے حال میں
چھوڑ دو۔ اس لیے کہ وہ نکلا ہوا اور خدا اور اس کے رسول کی طرف
ہجرت کرنے والا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب حال سے جو کچھ
صادر ہو وہ ادب اور ارادہ کے خلاف نہیں ہوتا اور یہ کہ غایت ادب
میں بعض صحابہ معذور ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت ہمیشہ سے ہے
اور اس قول کے رو میں ہے کہ "لا ہجرۃ بعد الفتح"، اور ہجرت مکہ سے

مدینہ کے ساتھ مخصوص ہے حقیقتاً ہر وہ شخص مہاجر ہے جو اس چیز سے ہجرت کرے جس کی مخالفت حق تعالیٰ نے فرمائی ہے جس کے بعد جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کسی درخت کی چھال لاؤ۔ حضرت عبداللہ کیکر کے درخت کی چھال لائے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُسے ان کے بازوں پر باندھ کر فرمایا اے خدا میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا مقصود تو شہادت ہے فرمایا جب تم راہ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آجائے اور تم اس بخار سے دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے اس مقام میں انھیں بخار آیا اور وفات پائی۔ حضرت بلال بن حارث مزنی فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا جب کہ انہیں دفن کے لیے لے گئے میں نے دیکھا حضرت بلال مؤذن ایک چراغ ہاتھ میں لیے ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کو قبر میں اُتار رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی لحد میں خشت خام چنیں پھر دُعا مانگی اے خدا یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کاش کہ

میں اس صاحب لحد کی جگہ ہوتا۔ (۱۲ رحج النبوۃ ص ۵۹۰-۵۹۲ ج ۲)

ازدواجی زندگی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نکاح کے بارے میں ایک روایت یوں مشہور ہے۔

ایک صحابی حضرت ابو بکیر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی جوان ہوگئیں تو ان کے دو بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی بہن کی شادی کے بارے میں مشورہ چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بلال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ دوسری مرتبہ اسی غرض سے وہ پھر حاضر ہوئے اور اس بار بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کا نام لیا وہ پھر خاموشی سے واپس چلے گئے۔ تیسری مرتبہ وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرمایا اور ان کی خاموشی دیکھتے ہوئے فرمایا۔ تم بلال رضی اللہ عنہ کو کیوں فراموش کر رہے ہو وہ اہل جنت میں سے ایک ہے۔ آخر یہ شادی ہوگئی اور اس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی شروع ہوئی لیکن اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور دینی معمولات میں ہرگز اسے حائل نہ ہونے دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ بھی نیک اور پرہیزگار تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ پاکباز بیوی ہمیشہ شوہر کی اطاعت اور وفا کا عملی نمونہ پیش کرتی رہیں۔ عام طور پر اہم امور میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور خوشنودی کو اپنا مقصد حیات تصور فرماتی تھیں۔ اس خوشگوار زندگی میں بہت کم تلخی کے مواقع آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت اچھے شوہر ثابت ہوئے۔

روایات کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک سے زائد شادیاں ہوئیں لیکن انھوں نے کوئی جانشین یا وارث نہ چھوڑا۔ عین ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی ہو یا پھر بچپن ہی میں اولاد وفات پاتی رہی ہو۔ اس سلسلہ میں کتب تاریخ و سیرت خاموش ہیں ایک روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک اعرابی عورت سے شادی ہوئی ایک اور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا اسم مبارک ہندہ الخولانی تھا اور وہ یمنی تھیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف ہجرت کرنے سے قبل ان کے عقد میں آ چکی تھیں۔

کچھ روایات کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے اسلامی بھائی اور دوست حضرت ابو رویحہ انصاری کے ہمراہ ملک شام میں ایک قبیلہ بنی خولان میں پہنچے اور ان لوگوں سے کہا کہ ہم دونوں اپنے نکاح کا پیغام دینے آئے ہیں ہم کافر تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا۔ ہم غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی عنایت فرمائی۔ ہم تنگ دست تھے اللہ تعالیٰ نے مال نصیب فرمایا۔ اب اگر تم لوگ ہم سے نکاح کر دو گے تو ہم سب کے لیے بہتر ہو گا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام کے شہر دمشق کے ایک قبیلے خولان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہیں انھیں کچھ زرعی زمین بھی مل گئی اور پھر حضرت ابو رویحہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے اسلامی بھائی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا کر رہنے لگے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل خانہ سمیت یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاں اپنے

اور اپنے اسلامی بھائی حضرت ابو رویحہ رضی اللہ عنہ کی شادی کا پیغام بھیجا اور انھوں نے اپنی دو لڑکیاں دونوں بھائیوں کے نکاح میں دے دیں اور دونوں اسلامی بھائی خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی یعنی نکاح کے متعلق داعی السماء کے مصنف مرحوم ایک اور طریقہ بیان فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

بلال کا رشتہ ازدواج

اسلام نے نسلی امتیاز کا بت یوں توڑا کہ حضرت بلال حبشی نے مدینہ پاک میں نکاح کا ارادہ ظاہر کیا تو قریش منتخب امراء نے انہیں دامادی میں قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی یہ وہ عرب امراء تھے جو دامادی کی ذلت کے لیے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

مصنف داعی السماء لکھتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مدینہ طیبہ کی کسی محتاج کی تلاش میں تھے کہ کچھ مال عطا کریں۔ اندریں دوران آپ کو آپ کا بھائی آتا ہوا دکھائی دیا جو یمن سے صرف آپ کو ملنے کے لیے آرہا تھا جب آپ کے قریب پہنچا تو جو ان کی آپس میں گفتگو ہوئی ملاحظہ ہو۔

حضرت بلال :۔ من این۔ کہاں سے آرہے ہو۔

برادر :۔ من الیمن۔ یمن سے آرہا ہوں۔

حضرت بلال :۔ و ما تفعل ھنالک۔ وہاں تمہارا کیا کام۔

برادر :۔ اخطب :۔ رشتہ کی تلاش میں ہوں۔ (کہیں میرا نکاح ہو جائے)

حضرت بلال :۔ ما تم فی خطبتک۔ پھر تمہارے رشتہ کا کیا بنا۔

برادر :۔ لوگ کہتے ہیں کہ تیرا خیال ہے کہ تو عربی ہے اور چاہتا ہے کہ یمن میں کوئی رشتہ مل جائے لیکن جب مجھ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے اور تیرا حسب نسب کیا ہے میں نے اپنی صحیح حقیقت حال بتائی کہ میں حبشی ہوں اور مکہ میں پیدا ہوا ہوں اور قبیلہ بنی جمح کے موالی سے ہوں اور حضرت بلال بن رباح کا بھائی ہوں یمنیوں نے جب آپ کا نام سنا ہے تو کہا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ وہی اگر تمہارے لیے فرما دیں تو ہم تیرے لئے رشتہ دینے کو حاضر ہیں اسی لئے میں اتنا طویل سفر کر کے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت بلال :۔ سانطلق معک بعد استئذان الرسول، میرا تیرے ساتھ چلنے سے انکار نہیں لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت ضروری ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر ساتھ یمن کو روانہ ہو گئے دونوں بھائی سفر کر کے رات کے وقت یمن میں پہونچے۔ بھائی نے کہا ابھی جاتے ہی جن سے رشتہ لینا ہے وہ بات ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اتنا جلدی کی کیا ضرورت ہے صبح ہونے دو۔ صبح ہوتے ہی آپ بھائی کے ساتھ اس گھر پر تشریف لے گئے جہاں سے رشتہ مطلوب تھا۔ انہوں نے آپ کے بھائی کی صفائی کا پوچھا ہوگا تو آپ نے فرمایا۔

ھذا اخی سوء فی الخلق	یہ میرا بھائی ہے نہ عادات کا
والدین فان شئتم ان	اچھا ہے نہ دین میں صحیح ہے چاہو
تزوجوہ فزوجوہ وان	اسے رشتہ دو چاہے نہ دو۔
شئتم ان تدعوہ۔	(داعی السماء صـ۲۷)

یہ کہہ کر آپ نے مسجد کا رُخ کیا ابھی اذان نہیں ہوئی تھی اندریں دوران ہاتف نے غیبی ندا دی۔

لم لا تتزوج وما يمنعك	تم خود نکاح کیوں نہیں کرتے۔
من ان تتزوج دينك قد	تجھے کس شے نے منع کیا ہے،
حباء الله بالغنى وحرت	کہ تمہارا مکمل ہو۔ اللہ تعالٰی نے تجھے دنیا
حرا لعد ان كنت عبدا،	و دولت سے بھی نوازا ہے اور اب
(ایضاً ص ۲۳)	آزاد بھی ہو جب کہ اس سے قبل
	تم غلام تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہاتف غیبی پر سوچ میں پڑ گئے بالآخر عزم بالجزم ہو گیا کہ ضرور نکاح کرنا چاہیے نماز کی فراغت کے بعد احباب سے مشورہ کیا کہ کس سے رشتہ لیا جائے طے پایا کہ آپ کا رشتہ ھند خولانیہ سے موزوں ہے۔ آپ ھند کے رشتہ داروں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا

انا بلال صاحب رسول	میں بلال ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله صلى الله عليه وآله	وآلہ وسلم کا صحابی۔ میں حبشی غلام تھا
وسلم عبد من الحبشة كنت	اور گمراہی میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالٰی نے
ضالا فهدى الله وكنت	نے مجھے ہدایت بخشی اور غلام تھا۔
عبدا فاعتقني الله فانكحوني	اس نے آزادی بخشی رشتہ دید و تو
فالحمد لله وان تمنعوني	الحمد للہ ورنہ اللہ کافی۔
فالله اكبر۔	

آل الہند نے عرض کی کہ آپ ہمیں مہلت دیجیے حتی تسألی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تاکہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں جس طرح آپ فرمائیں گے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ واپس مدینہ طیبہ پہونچ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد یمینی بھی مدینہ طیبہ آ گئے اور مسجد نبوی میں بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی۔

نحن من الیمنی قد جئنا نسالک عن بلال ان بلالا یرغب فی ان یتزوج ھند اختنا وقد امھلنا حتی ناتیک وانا نحب ان نسمع رائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ہم یمینی ہیں آپ سے بلال رضی اللہ عنہ کے رشتہ کے متعلق پوچھنے آئے ہیں کیونکہ بلال کا خیال ہے کہ وہ ہماری بہن ہند سے نکاح کریں ہم نے ان سے مہلت مانگی ہے تاکہ آپ سے مشورہ لے لیں۔ آپ کی کیا رائے ہے

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

این انتم من بلال این انتم من رجل من اہل الجنۃ (موذن الرسول) ص ۴۳، ص ۴۴	تم کہاں بلال کہاں۔ تم کیا سمجھ رہے ہو۔ میرا بلال رضی اللہ عنہ بہشتی ہے

اب ہند کے رشتہ داروں کی آنکھ کھلی کہ حضرت بلال تو بڑی شخصیت ہیں ان کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا پیار ہے اسی لئے نکاح کی ٹھان لی اور فوراً ہند کا رشتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

ناخوشگوار واقعہ

ہند سے نکاح و بیاہ کے بعد بہتر ماحول رہا لیکن ایک دن کچھ ناگوار بات ہند سے صادر ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے وہ بات یوں ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کی تو ہند نے تصدیق کے بجائے تکذیب کر ڈالی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سنکر آگ بگولہ ہو گئے اور غضبناک ہو کر گھر سے باہر نکل پڑے راستہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے طور بدلے دیکھ کر فرمایا خیر تو ہے عرض کی میری زوجہ نے ایسے ایسے کہا ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہند کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ بلال گھر پر ہے۔ ہند نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے میرے بلال کو ناراض کیا ہو گا۔ عرض کی نہیں یا رسول اللہ وہ تو میرے سے بہت پیار کرتا ہے۔ آپ فرمائیں کیا اس نے میری کوئی شکایت کی ہے آپ نے فرمایا ہاں شکایت کی ہے لیکن وہ حق پر ہے اور تو غلطی پر ہے آئندہ احتیاط سے کام لیا کر۔ میرے بلال رضی اللہ عنہ کو کسی وقت بھی ناراض نہ کرنا۔

اس کے بعد بلال رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو ہند نے معذرت کر لی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا پھر کبھی کوئی آپس میں اختلاف نہ ہوا۔
(داعی السماء صـ ۵۴)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی کی سکونت

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اہل صُفّہ میں شامل ہو گئے تھے ان میں سے اگر کسی کا نکاح ہو جاتا تو وہ مسجد نبوی شریف کے چبوترے سے اپنے گھر میں منتقل ہو جاتا تھا۔ اسی طرح جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ بھی الگ رہنے لگے مگر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور معمولات میں شادی کو ہرگز حائل نہ ہونے دیا۔ جیسا کہ آپ کے حالات کی تفصیل میں قارئین پڑھ رہے ہیں۔

خوش قسمت بلال رضی اللہ عنہ

وہ کیسی سہانی گھڑیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں گزر رہی تھیں وہ کیسے خوش بخت لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں اوقات بسر کر رہے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان خوش بختوں میں ایک تھے۔ مکہ معظمہ میں نبوت کے ابتدائی دور سے لے کر تا وصال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ کی طرح رہے بالخصوص اذان کے تقرر کے بعد علاوہ دوہری حضوری کے اذان دے کر حجرہ اقدس پر حاضری دیکر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حجرہ پاک سے باہر نکلنے پر سب سے پہلے زیارت کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور پھر اپنے آقا کو ساتھ لے کر محراب میں پہنچا کر اقامت کہنے والے بلال، خوش قسمتی کہ زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ نمازیں ادا کیں پھر شب معراج آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں پر گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہشت میں پہلے حاضر تھے۔

آخرت میں رفاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالم آخرت میں اونٹنی کی مہار پکڑنے والے حضرت بلال ہیں قیامت کے میدان میں انبیاء و اولیاء اور ملکوت و قدسی و دیگر جملہ مخلوقات کی موجودگی میں اذان پڑھنے کا شرف ملیگا تو حضرت بلال کو۔ بہر حال بعد از دخول جنت جنت کے دولہا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مخصوص رفیقوں سے ہوں گے۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ویسے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی رضی اللہ عنہ خادم کی حیثیت رکھتا تھا لیکن خصوصیات سے چند صحابہ تھے جن کی تعداد مع مختصر حالات سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوۃ شریف میں لکھتے ہیں ان میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے چند خدمات ان کے ذمہ تھیں۔ اذان سے متعلق ابحاث اور مختصر اور جامع اقوال بیان ہو چکے ہیں۔ اور یہ خدمت نہ صرف حضر سے متعلق تھی بلکہ ہر سفر میں۔ یہاں تک کہ جہاد اور عین جنگ کے دوران کوئی ضرورت پیش آگئی۔ یا رستہ میں ہر وقت یہ سعادت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نامزد تھی۔

اعلان پیغامات رسول

تفصیل چونکہ موجب تطویل ہے اس لیے چند واقعات بطور نمونہ حاضر ہیں۔

۱۔ غزوہ کی فراغت پر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ فرشتوں نے تو ابھی تک کمریں جبیبی کی تیسی بندھی ہوئی ہیں آپ بنو قریظہ پر چڑھائی کریں میں بھی وہاں جاتا ہوں۔ اس وقت جنگ کا اعلان حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا گیا اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اعلان کے لفظ بتائے کہ اے بلال پکار دو۔

"یا خیل اللہ ارکبوا" اے اللہ کے لشکریو! سوار ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فوراً نیزہ ہاتھ میں لیا اور اپنے گھوڑے نحیف پر سوار ہوئے۔

۲۔ غزوہ احد میں روانگی کے وقت راستہ میں منزل شیخین میں پہونچے یہاں مغرب کا وقت ہو گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔ رات اسی منزل میں ہو گئی۔

۳۔ اس مقام سے صبح سویرے روانہ ہوئے جب احد میں پہونچے تو نماز صبح کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال نے اذان دی اور اقامت کہی اور صفیں درست کی گیئں اور آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔

۴۔ جنگ احد میں جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خبر پہونچی کہ مشرکین مکہ کو جاتے ہوئے پھر واپس لوٹ پڑے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چاہا کہ کفار کے دلوں میں خوف و رعب ڈالیں اور واضح کر دیں کہ اہل اسلام کو اب بھی جنگ کرنے کی شوکت و قدرت موجود ہے۔ یہ اتوار کا دن تھا کل جنگ ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اعلان کر دیں کہ حکم الٰہی ہے کہ مشرکین کے ساتھ جہاد کیا جائے۔

۵۔ لیلۃ التعریس جس کی تفصیل پہلے گذری ہے اس میں اگرچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (بوجہ حکمت ربانی) فرمان عالی کے مطابق نہ اترے۔ لیکن پھر جب جگہ تبدیل کر کے آگے نماز پڑھنے پڑھانے کا پروگرام بنایا تو اذان و اقامت حضرت بلال نے کہی۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بدلہ دینے کا اعلان بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کیا۔

اعلان امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث شریف میں ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لما مرض النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ اتاہ بلال یوذنہ بالصلوۃ قال مروا ابابکر فلیصل بالناس الخ رواہ البخاری ص ۹۸ ج ۱	حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے آخری لمحات میں حضرت بلال حاضر ہوتے اور عرض کی کہ حضور! نماز تیار ہے آپ نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

لطیفہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اعلان کچھ ایسا موزون تھا کہ قدرتی طور پر یہ عہدہ گویا آپ کو ہی سجتا ہے نہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر انتخاب نے آپ کو منتخب فرمایا بلکہ آپ کے علاوہ بھی جب بھی اعلان کی حاجت ہوتی تو اس

کی نظرِ انتخاب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر پڑی جس کی تفصیل ہو گئی اور ہوتی رہے گی۔

اعلانِ احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

احکامِ رسالت کے اہم امور کے اعلانات بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے چنانچہ روایات میں آیا ہے۔

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال شھدنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حنینا فقال لرجل ممن یدعی بالاسلام ھذا من اھل النار فلما حضرنا القتال قاتل الرجل قتالاً شدیداً فاصابتہ جراحۃ فقیل یا رسول اللّٰہ الرجل الذی قلت لہ انفا انہ من اھل النار فانہ قاتل الیوم قتالاً شدیدا وقدمات فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الی النار فکاد بعض المسلمین ان یرتاب فبینما ھم علی ذلک اذ قیل فانہ لم یمت ولکن بہ جراحا شدیدا فلما کان من اللیل لم یصبر علی الجراح فقتل نفسہ فاخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بہ فقال اللّٰہ اکبر اشھد انی عبد اللّٰہ ورسولہ ثم امر بلالاً فنادی فی الناس انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ وان اللّٰہ لیوید ھذا الدین بالرجل

الفاجر ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ:۔ ہم حنین کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ایک مدعی اسلام کے لیے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے جب آپ جنگ میں حاضر ہوئے تو وہی شخص لڑائی کے خوب جوہر دکھا رہا تھا اور اسے زخم بھی خوب آئے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ جس کے لیے آپ نے ابھی فرمایا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو جنگ میں خوب لڑ کر مرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ گیا سیدھا جہنم۔ اس سے بعض لوگ شک میں پڑ گئے۔ الخ، ہم اسی حال میں تھے کہ خبر ملی کہ ابھی مرا نہیں زندہ ہے لیکن چونکہ اسے زخم شدید آئے تھے ان کی تاب نہ لا سکا۔ رات کے وقت اس نے خودکشی کر لی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ میں اللہ کا عبد اور رسول ہوں۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ تعالے کبھی دین کی مدد فاسق و فاجر سے کراتا ہے

فائدہ:۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان پر مامور ہونے کے مرتبہ کو نہ بھولیے اور ساتھ ہی یہ عقیدہ پختہ کر لیجیے کہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر ایمان صحابہ کرام کو تھا اس میں شک و شبہ ناپختہ ذہنوں کا کام ہے اور مرنے والا جہنمی خودکشی سے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ منافق تھا۔ خودکشی سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ تفصیل فقہ میں ہے۔

بلال مشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالی نے بارہ مشیران

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھے ہیں ان میں ایک سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں (جواہر البحار صفحہ ۱۲۹)

فائدہ :۔ دورِ حاضرہ میں کسی سربراہ مملکت کے مشیر کا اعزاز کا تصور دل میں رکھ کر پھر سوچیئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کتنا عظیم شخصیت ہیں کہ کون و مکان کے والی اور خداوند قدوس کے نائب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشیر ہیں (رضی اللہ عنہ)

معمولات حضرت بلال رضی اللہ عنہ

(اجمال) حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں خلوص و محبت کے ساتھ ساتھ دیگر خصوصیات بھی بکثرت پائی جاتی تھیں اگرچہ آپ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ زمانہ جنگ و امن اور سفر و حضر میں ہر وقت بحیثیت ایک جانثار خادم، غلام اور پہرے دار کے ساتھ رہے لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا رویّہ نہ رکھا جیسا کہ کسی محافظ، خادم یا غلام کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

آپ ایک مثالی عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے اور یہ تمام فرائض اپنے ذمّے لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمہ وقت دیدار ہوتا رہے۔ رفاقت و مصاحبت میسّر آئے اور قلبی و روحانی سکون نصیب ہو۔

تفصیل

۱۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سفر کے دوران سخت دھوپ سے بچاؤ کی خاطر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنے

کے لیے کسی نقشین کپڑے کا بندوبست فرمایا کرتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس کی فرمائش نہ فرمائی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منع فرما کر ان کا دل بھی نہیں توڑتے تھے بس حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور آرام کے لیے اس طرح کے کام سرانجام دیتے رہتے۔ ان امور کے پیچھے ان کا خلوص اور محبت کارفرما ہوتی تھی اور غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طبیعت اور مزاج کے ساتھ ساتھ خلوص و نیت سے بھی بدرجہ اتم واقف تھے۔

۲۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ نصب فرما دیتے تھے جہاں سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ کا مشاہدہ فرماتے اور احکامات جاری فرماتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میدان جنگ کے درمیان آمدورفت رکھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام حالات آکر بتایا کرتے اس کام کے دوران آپ کسی قسم کا خطرہ کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

۳۔ اس کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے معمولات، پانچوں وقت اذان دینا نمازوں اور مجالس و وعظ و بیان وغیرہ میں کسی قسم کا خلل نہ پڑنے دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت کدہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کا

انتظام کرنا، بجٹ کا خیال رکھنا، قرض لینا یا اس کی ادائیگی کرنا وغیرہ بھی آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

۴۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان فجر سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے اور جگانے کی سعادت بھی حاصل کرتے رہے۔

۵۔ جب کوئی ملاقاتی آتا تو پہلے اس کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی اور پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مہمان کی آمد کی اطلاع پہنچاتے جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور آپ سے گھر کے ایک اہم فرد کا سا رویہ رکھا جاتا تھا۔

۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کے امین اور خازن تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بلند آواز میں اعلان فرمایا کرتے تھے "جو مال جس کے ہاتھ لگا ہو وہ لے کر آئے" چنانچہ سب لوگ سارا مال لے کر حاضر ہو جاتے تھے جس میں خمس نکال کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

فائدہ:۔ خمس سے مراد یہ ہے کہ مال کا وہ حصہ جس سے فتح بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا تھا۔ اس کا ایک جزء اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت دین حق کے لیے وقف تھا اور دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے اہل وعیال اور رشتہ داروں رحبن کی کفالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی) کی ضروریات کے لیے مخصوص تھا۔

حکایت ایک مرتبہ ایک شخص منادی ہو جانے کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ غنیمت کے مال کی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے بلال رضی اللہ عنہ کی منادی تین بار سنی تھی؟ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں سنی تھی۔ فرمایا تم اس وقت لے کر کیوں نہ آئے؟ اس نے کچھ معذرت ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ہرگز نہیں لوں گا قیامت کے روز تم خود ہی لے کر آنا۔

۶۔ **چندہ اور بلال** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "میں نے عید الفطر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بھی۔ یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے میں اس وقت بھی گویا اس منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے ہیں اور دست مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے ہیں اور پھر صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے گروہ تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے پاس پہنچ کر یہ آیت پڑھی ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ پ ۲۸ الممتحنہ نمبر ۱۲

ترجمہ :۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (کنز الایمان)

اس کے بعد (عورتوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ کیا تم اس عہد پر قائم ہو۔ اس کے جواب میں صرف ایک عورت نے جس کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شناخت نہیں فرمایا تھا یہ کہا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم اس پر قائم ہیں) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا ”(اگر ایسا ہے) تو پھر صدقہ دو“

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کپڑا پھیلا دیا اور کہنا شروع کیا، میرے ماں باپ تم پہ فدا ہوں۔ لاؤ اور عورتوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں بغیر نگینہ کی بڑی انگوٹھیاں اور معمولی انگوٹھیاں ڈالنی شروع

کیں"۔ (مسلم)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی حاجت مند آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرما دیتے تھے اور وہ اس کی ضرورت پوری فرما دیتے تھے اگر اس وقت مال موجود نہ ہوتا تو کہیں سے قرض لے کر اس کی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ الہوزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا، مجھے بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا اس وقت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک خرچ کرنے کی خدمت میرے ہی سپرد تھی جب کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا جس کے پاس کپڑا نہ ہوتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے تو میں قرض لے کر چادر خرید کر اس کو پہنا دیتا۔ (حلیۃ الاولیاء)

حکایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مشرک سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس مال موجود ہے تمھیں جب بھی ضرورت پیش آئے مجھ سے قرض لے لیا کرو۔ کسی دوسرے سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے میں نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہوگا غرض میں نے اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تو میں اس سے قرض لے آتا۔

ایک مرتبہ وضو کر کے اذان دینے کے لیے کھڑا ہونا چاہتا تھا کہ وہ شخص چند آدمیوں کے ساتھ آیا اور مجھ سے خطاب کر کے اس نے کہا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا، مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے اختتام تک میرا قرض ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرض کے عوض غلام بنالوں گا اور اس طرح تو بکریاں چراتا پھرے گا جیسے پہلے کیا کرتا تھا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کی بات سن کر مجھے دن بھر بڑا صدمہ رہا حتیٰ کہ (رات کی تنہائی میں) نماز عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ماجرا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت (ظاہراً) اس کا قرض ادا کرنے کا فوری انتظام ہے اور نہ ہی میں کھڑے کھڑے کوئی انتظام کرسکتا ہوں۔ وہ مشرک شور ڈالے گا اور انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اس کی باتیں سننا پڑیں گی۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں تو میں کہیں روپوش ہو جاؤں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا (یعنی اس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جائے گا) تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ گزارش کی اور گھر آگیا۔ سفر کے ارادہ سے تلوار لی۔ ڈھال اٹھائی، جوتا لیا اور صبح کا منتظر رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔

صبح قریب ہی تھی کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے بلال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا

کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا ہے بیٹھی ہوئی ہیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا، تم کو خوشی کی بات سناؤں۔ اللہ عزوجل نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا انتظام فرما دیا ہے۔ فدک کے رئیس نے یہ ہدیہ بھیجا ہے یہ اونٹنیاں اور سارا سامان جو ان پر لدا ہے لے جاؤ اور قرض ادا کرو" میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ان اونٹنیوں کو سامان سمیت خوشی خوشی لے گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مسجد میں ہی میرا انتظار فرما رہے تھے میں نے واپس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے قرض سے سبکدوش فرما دیا اور اب ذرہ برابر قرض بھی باقی نہیں رہا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا اس سامان میں سے کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں، کچھ باقی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو بھی تقسیم کر دو تاکہ مجھے راحت ہو۔ میں اس وقت تک گھر میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ یہ تقسیم نہ ہو جائے۔

وہ تمام دن گزر گیا اور عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ وہ باقی مال تقسیم ہو گیا ہے یا نہیں، میں نے عرض کیا کچھ موجود ہے، ضرورت مند نہ آئے۔ اس لئے ختم نہ ہو سکا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو مسجد ہی میں آرام فرمایا اور گھروں میں تشریف نہ لے گئے۔

دوسرے روز عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر

دریافت فرمایا کہ اس مال میں سے کچھ باقی ہے یا سب ختم ہو گیا ہے میں نے عرض کیا اللہ تعالےٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راحت عنایت فرمائی وہ سب ختم ہو گیا۔

یہ سن کر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی اور پھر گھر تشریف لے گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاجب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بھی انجام دیتے رہتے۔

۸۔ حکایت ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کا ایک مسئلہ دریافت کرنے گھر سے چلیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ کے قریب پہنچیں تو وہاں ایک انصاری عورت سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بھی اسی مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب و دبدبہ اور احترام دلوں میں اتنا تھا کہ بے دھڑک مسئلہ دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ہم دونوں عورتیں ابھی باہر کھڑی تھیں کہ اندر سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہم نے ان سے کہا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیے اور عرض کیجئے کہ دو عورتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہی ہیں کہ کیا ہم اپنے شوہروں پر اور اپنی پرورش میں جو یتیم بچے ہیں ان پر اپنے صدقے کا مال خرچ کر سکتی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مت بتانا کہ ہم دونوں کون ہیں۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت (صلی اللہ

علیہ وسلم) میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ دروازہ پر دو عورتیں یہ مسئلہ معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا وہ دونوں کون ہیں؟ عرض کیا کہ ایک انصار کی عورت ہے اور زینب (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ دریافت فرمایا۔ کون سی زینب"؟

عرض کیا "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ" اس کے بعد حضور نبی پاک شہ لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسئلہ ارشاد فرمایا کہ شوہر اور رشتہ کے یتیموں پر خرچ کرنے سے دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اپنوں پر خرچ کرنے کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔ (مشکوٰۃ)

شان بلال رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نجیب خاص مصاحب اور بارگاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حاجب تھے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات نجیب و رفیق ملے ہیں اور مجھے چودہ عطا کئے گئے ہیں ہم نے عرض کیا، وہ کون ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ) تمہارے بیٹے حسن و حسین، جعفر بن ابی طالب، حمزہ بن عبدالمطلب، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، مصعب بن عمیر، سلمان فارسی، مقداد، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر اور بلال رضوان اللہ اجمعین۔

(ترمذی)

حکایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے موقع پر موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع

کرا دی پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر کھڑا کر کے اور ان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد وعظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو یاد دلائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے عورتوں کے قریب تشریف لے گئے اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلاتے (مشکوٰۃ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تمام اہم ترین ذمہ داریاں کسی مصلحت کے بغیر سونپی گئی تھیں اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کی طبیعت میں ایثار، طبعی انکساری اور جذبہ خدمت گذاری کے ساتھ ساتھ مروت اور مہمانداری کا انداز ہی کچھ ایسا دل نواز تھا کہ اسلام کی عظمت لوگوں کے دل میں گھر کر جاتی تھی۔ یوں دعوت اسلام کا پیغام حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے حسن اخلاق اور عظمت کردار سے پھیلا رہے تھے۔

خدمتِ خاص

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کو عطر و خوشبو وغیرہ خریدنے بھیجا گیا تھا۔

بلّم بردار

عیدین اور استسقاء کی نمازوں کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ میں بلّم لیے آگے آگے چلتے۔ یہ بلّم دوسرے تحفوں کے ساتھ حبشہ کے شاہ نجاشی نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا جو کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عطاء فرما دیا اور آپ تقریبات کے وقت اس کو

لے کر نکلتے اور مصلیٰ کے مقابل زمین پر گاڑ دیتے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی مہار بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہی تھام رکھی تھی۔ معمولات حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں یہ بھی شامل تھا کہ جب کبھی بھی غزوہ کا موقع آتا تو آپ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اعلانِ جہاد فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اس اعلان کو سماعت فرماتے ہی فوراً مناسب تیاری شروع فرما دیتے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری مبارک اور سامان حرب وضرب کی آراستگی بھی ہر موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی نے فرمائی۔ اذان کے علاوہ نماز کے آغاز میں اقامت کہنا بھی معمولات بلال رضی اللہ عنہ میں سے تھا۔ اقامت پڑھتے ہوئے آپ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین عقب میں پہلی صف میں کھڑے ہوتے اور یہ جگہ آپ کے لیے ہمیشہ مخصوص رہی۔

حکایت

ایک دن معمول کے مطابق اذان کہہ کر کسی کام سے باہر چلے گئے۔ واپسی پر فجر کا وقت ہو چلا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مکان کے قریب پہنچے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ سیدنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیس رہی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں چکی پیس دوں۔ آپ رضی اللہ عنہا شہزادہ عالی وقار کو بہلائیں۔ اس طرح کچھ دیر وہاں رکنا پڑا۔ مسجد میں پہنچے تو اقامت ہو چکی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تاخیر کی وجہ بتائی گئی تو تبسم فرمایا۔ سیدنا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے گود میں کھلایا تھا پھر مدینہ شریف میں بھی گھر کا کام کاج کر دیا کرتے تھے جب سیدہ رضی اللہ عنہا کا ظاہری وصال ہوا تو آپ پھوٹ پھوٹ کر رو دئیے۔ اور فرمایا "خاتونِ جنت آپ کو خدمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچنے کی کتنی جلدی تھی کہ صرف چھ ماہ بعد باباجان سے جا ملیں۔

۱۵۔ جمعۃ المبارک کے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ خصوصی اہتمام فرماتے غسل کے بعد اجلے کپڑے پہنتے اور مسجد نبوی شریف میں سب سے پہلے پہنچ کر درود وسلام کا نغمہ چھیڑ دیتے۔ آہستہ آہستہ نمازی جمع ہو جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور بآواز بلند السلام وعلیکم فرما کر منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے محبوب ومطلوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بالکل روبرو کھڑے ہو کر اذان دیتے پھر خطبہ ثانیہ کے بعد آپ ہی اقامت پڑھنے کا شرف حاصل کرتے اور پھر نماز شروع ہو جاتی۔

۱۱۔ رمضان شریف میں افطار کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے" بلال (رضی اللہ عنہ) لاؤ ہمارا شربت، افطار کا وقت ہوا چاہتا ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ شربت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو بھی اطلاع کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار فرما لیا ہے۔

انوکھے قصے

۱۔ رمضان شریف کی ایک سحری کا واقعہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرما رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خیال میں وقت ختم ہو چکا تھا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تمام ہو چکی۔ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنا لیکن کھانے سے دست مبارک نہ روکا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اضطراب کی حالت میں پھر عرض کیا، خدا کی قسم سحری کا وقت آخر ہو لیا۔ جونہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوالہ دست مبارک سے رکھ دیا۔ کسی کے پوچھنے پر بعد ازاں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ اپنے اندازے کے مطابق سحری کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے لیکن ہماری نظر اس وقت آفتاب کے اس مرکز پر تھی جہاں ابھی سحری کے اختتام میں چند لمحے باقی تھے لیکن جیسے ہی بلال (رضی اللہ عنہ) نے قسم کھائی، اللہ تعالٰی نے ان کی قسم کو سچا کرنے کی خاطر آفتاب کو حرکت دے کر اس خط تک پہنچا دیا جہاں سحری کا وقت واقعی ختم ہوتا ہے چنانچہ ہم نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔

فائدہ: کمالات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم و کرامات اولیاء کے منکرین کے نزدیک ایسا واقعہ ناقابل بیان سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی سمجھ محدود ہے اسی لیے حدیث شریف میں ایسے لوگوں کی صدیوں پہلے خبر دی گئی کہ وہ سفہاء الاحلام ، ہوں گے یعنی کم عقل ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پوری کرنے کے لیے اللہ تعالٰے کی قدرت سے سورج کی حرکت گھوم گئی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں حدیث شریف میں ہے۔

لو اقسم علی اللہ لابرہ یعنی اگر قسم کھاتے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی قسم ہی سچا فرمائے گا حضرت بلال انہی لوگوں میں ہیں جن کے لیے یہ حدیث شریف وارد ہوئی نیز اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے لیے بھی سورج کی حرکت کی سوئی گھمادی تھی۔ اور معجزہ رد الشمس و حبس الشمس مشہور روایات ہیں تفصیل فقیر کی تصنیف "معجزہ رد الشمس" میں پڑھیئے۔

عقلی طور بھی ہے کہ ہم اپنی گھڑیوں کی سوئیاں جہاں چاہتے گھمادیتے ہیں تو وہ خالق کائنات سورج کی سوئی گھمادے تو کونسی بڑی بات ہے۔

حکایت نمبر ۲

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر مخالفین نے اعتراض اٹھایا کہ اذان کے الفاظ صحیح نہیں ادا کرتے۔ کسی دوسرے کو مقرر کیا گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ناز کیا کہ سورج ہی نہ نکلے جب تک ان کی اذان کی اجازت نہ ہو۔ چنانچہ ویسے ہوا جیسے حضرت بلال نے چاہا۔ تفصیل فقیر کی تصنیف "اذانِ بلال" میں دیکھئے۔

اس واقعہ کے اعتراضات کے جوابات بھی یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے

حوروں کی سردار کا قصہ

حوروں کی سردار کا قصہ عام مشہور ہے کہ شب معراج حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب فرشتوں کی جھرمٹ میں عالم ملکوت کا معائنہ فرماتے ہوئے جنت الفردوس کی طرف تشریف لے گئے تو ایک جگہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حور کو رنج و غم میں مبتلا دیکھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ حور کیوں رو رہی ہے۔ آخر اسے کون سا دکھ ستا رہا ہے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت

فرمایا تو اس حور نے عرض کیا کہ میں نے اسی لیے اپنا ایسا حال بنا رکھا تھا کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھری نگاہیں مجھ پر پڑیں اور پھر میں اپنا حال عرض کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔

حسب خواہش حور کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر حال عرض کرنے کی اجازت مل گئی تو اس نے جھک کر سلام عرض کرنے کے بعد اپنی سرگزشت سنائی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے جنت کی حوروں میں حسن و جمال کی ملکہ بنایا۔ تمام جنتوں میں حسن و جمال میں مجھ سی کوئی حور نہیں۔ ہر طرف میرے حسن کا چرچا ہے۔ اگر میں بے نقاب ہو جاؤں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور جنت میں دوپہر کا اجالا پھیل جائے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک دن کا واقعہ ہے کہ اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بروز قیامت ہر حور کسی نہ کسی جنتی شخص کے حوالہ کی جائے گی۔ میرا بھی ضرور کوئی جوڑا ہوگا جس کی دائمی رفاقت مجھے نصیب ہوگی۔ یہ خیال آہستہ آہستہ میری سوچوں پر مسلّط ہوتا گیا اور بالآخر ایک روز میں نے خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کر ہی دیا۔ کہ اے رب العالمین! تیرا بے حد احسان کہ تو نے مجھے حسن و جمال کی وجہ سے حوروں کی ملکہ بنایا۔ اب میری یہ خواہش بھی پوری کر دے کہ جنّت میں میرا جوڑا کون سی ہستی ہوگی۔ وہ کیسا حسین و جمیل ہوگا جس کے سپرد مجھے کیا جائے گا؟ رحمتوں کا دریا جوش میں آیا اور میری یہ التجا قبول ہوئی۔ حکم ہوا۔ سامنے جو آئینہ رکھا ہے اسے ایک نظر دیکھ لے تیرے محبوب کی شبیہ نظر آجائے گی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیوانہ وار آئینہ کی طرف بڑھی تاکہ اپنے محبوب و مقبول ترین ساتھی کی جھلک دیکھ لوں۔ جونہی نگاہ اٹھائی۔ دل پر ایک بجلی گری اور آرزوؤں کا سارا خرمن جل گیا۔ اس وقت سے آج تک بے چین ہوں اور اس غم کی وجہ سے رو رہی ہوں کہ ایک بدشکل سیاہ فام کے ساتھ میرا کیوں جوڑا بنایا گیا۔ میں کس طرح دائمی زندگی اس کے ہمراہ بسر کروں گی جب کہ صرف اس کا تصور ہی میرے لئے وحشت ناک ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیر لب مسکراتے ہوئے دریافت فرمایا۔ اپنے جوڑے کا جو سراپا تو نے آئینہ میں دیکھا تھا۔ اس بارے میں کچھ بیان کر۔

اس نے عرض کیا۔ سرتاپا مجسم سیاہی، موٹے موٹے ہونٹ، چوڑے دانت، بھدا چہرہ، تنگ و تاریک پیشانی، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، بے ڈھنگا قد۔

جیسے ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حور کا اپنے جوڑے کے حلیے کے بارے میں بیان سماعت فرمایا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور جلال سے سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔

تو نے جو سراپا بیان کیا ہے وہ تو میرے پیارے بلال (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔ ایک عاشق سراپا، ایک مومن وفا کیش اور نگار خانہ ہستی کے ایک گوہر نایاب کو پاکر تو اپنی غم نصیبی کا شکوہ کر رہی ہے کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ بلال (رضی اللہ عنہ) میرا عاشق مجسم ہے۔ میں نے اپنی پلکوں

کے سایہ میں اسے پناہ دی اور سن لے۔ میرا بلال (رضی اللہ عنہ) ایسی شان والا ہے کہ بروز قیامت اس کے جسم کی سیاہی حوران جنت کے رخساروں پر تل بنا کر تقسیم کر دی جائے گی وہ ایسا عاشق ہے کہ اس نے عشق ہی کی وجہ سے ہر آسائش سے منہ پھیر لیا۔ وہ تو حسن مجرد کا تماشائی ہے اپنے حسن و جمال پر غرور نہ کر۔ ہو سکتا ہے کہ جس دن تو ستر ہزار نقاب الٹ کر بلال (رضی اللہ عنہ) کے سامنے آئے تو میرا بلال بھی تجھے ناپسند کر دے۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان سن کر حور اضطراب شوق کی وجہ سے چیخ اٹھی اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری معذرت قبول فرمائی جاوے میرا غم والم شکوہ شکایت جاتے رہے۔ بس مجھے وہی سیاہ فام بلال (رضی اللہ عنہ) پسند ہے یہ تو میری خوش نصیبی کی معراج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق زار میرے حصے میں آیا۔ اس کی معذرت قبول فرماتے ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

(زلف و زنجیر)

فائدہ :۔ اس واقعہ سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی شان اور عزت و عظمت کے علاوہ ان کا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچے عشق و محبت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح

؎ خدا کا رسول بس۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام کا اعلان

ویسے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا ہر واقعہ انوکھا ہے لیکن جس میں ندرت خصوصی ہو وہ اور انوکھا بن جاتا ہے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کی مکی زندگی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر قبول اسلام کا اظہار کیا تو اس وقت وہاں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے مل کر نعرہ لگایا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اعلان فرما دیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی مخصوص بلند آواز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی خبر دہرائی۔ کفر کے ایوان میں اسی صدائے رعد آسا نے حق کو سن کر زلزلہ بپا ہوا اور مشرکین نے کہا آج ہمارے دو ٹکڑے ہو گئے۔

معراج کے بعد

واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج سے واپسی پر فرمایا۔

"بہشت تو بلال (رضی اللہ عنہ) کی مشتاق ہے"۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ بِمَ سَبَقْتَنِی اِلَی الْجَنَّۃِ یَا بِلَالُ۔ (تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمھیں جنت میں اپنے آگے آگے دیکھا ہے اور تمھارے قدموں کی چاپ سنی ہے)۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے جب بھی وضو کیا ہے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے بلال (رضی اللہ عنہ)، یہ سعادت جو تو نے پائی ہے اس عمل کی بدولت ہے۔

فائدہ :۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدنی دور میں جب بھی یہ واقعہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو سناتے تو شدت تاثر اور غم ہجر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ان کی آنکھیں پرنم ہو جایا کرتیں۔

تائید عقیدہ اہلسنت

سیدنا بلال کا شب معراج بہشت میں ہونے کا واقعہ مخالفین کو بھی مسلّم ہے اس سے اہلسنت کے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ بندہ خدا اپنے جسم کے ساتھ متعدد مقامات پر موجود ہو سکتا ہے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے فقیر کے دو رسالے "الانجلاء فی تطور الاولیاء" اور ولی اللہ کی پرواز، یہ دوسرا رسالہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کی تصنیف المنجلی فی تطور الولی، کا ترجمہ مع اضافات ہے۔

فضائل ومناقب

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے لکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں۔

۱:۔ بخاری شریف و موطا و دیگر احادیث کی کتب میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال جنت میں میں نے تمہارے جوتوں کی آواز سنی (مشکوٰۃ ص۱۰۸)

دوسری روایت میں ہے ما دخلت الجنۃ قط الا سمعت خشخشتک امامی (مشکوٰۃ ص۱۰۹)

ترجمہ :۔ میں جب بھی کبھی جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے میں نے تمہارے جوتوں کی آواز سنی۔

شرح لمعات میں اس کے تحت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے لکھا کہ ما دخلت الجنۃ قط بدل علی کثرۃ دخولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایاہ۔

یعنی ما دخلت الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں متعدد بار تشریف لے گئے۔

فائدہ:۔ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار بار جنت میں تشریف لے گئے تو ہر بار سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تو یہ بھی ان کی رفعت شان کی دلیل ہے۔

ایک صبح حضرت بلال رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں (آج) روزہ دار ہوں۔ یہ سن کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال (رضی اللہ عنہ) کا رزق جنت میں محفوظ ہے پھر فرمایا کہ اے بلال! (رضی اللہ عنہ) کیا تمہیں معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مشغول رہتی ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتی ہیں جب تک اس کے پاس کچھ کھایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نماز فجر کے وقت فرمایا کہ اے بلال! (رضی اللہ عنہ) مجھے بتاؤ کہ تم نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایسا کون سا عمل کیا ہے جس (کی قبولیت) کے متعلق دوسرے اعمال سے زیادہ امید رکھتے ہو حضرت بلال رضی اللہ

عنہ نے عرض کیا کہ میں نے تو کوئی کام ایسا نہیں کیا جو اور باقی تمام اعمال سے
زیادہ اُمید دلانے والا ہو (البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ) بے شک رات
میں یا دن میں جب کبھی بھی میں نے وضو کیا تو اس سے اپنے مقدر کی (کچھ نہ
کچھ) نماز (تحیۃ الوضو) ضرور پڑھی۔ یہ سن کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بس اسی عمل کی وجہ سے تم کو یہ رتبہ بلا (یعنی جنت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم
نے معراج کی شب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ سنی)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ"

ترجمہ: امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امانت دار ہے"

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے پہلے امام ہیں اور حضرت بلال
رضی اللہ عنہ پہلے موذن یعنی امانت دار ہیں۔

بلالؓ خلیفہ بلافصل

داعی اسماء کا مصنف لکھتا ہے کہ سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب مرتدین کی سرکوبی
سے فارغ ہو چکے اور اہل مدینہ نے اطمنیان کا سانس لیا تو ایک رات اہل
مدینہ نے ایک مجلس منعقد کی اور اپنی آراء سے اہل مجلس کو خوب گرمایا

ایک دانشور

بولا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق قلب اور
عظیم انسان ہیں اس میں کسی کو شک نہیں لیکن
میں سمجھتا ہوں کہ خلافت کا حق دار ایک اور بزرگ تھا۔ وہ ہیں حضرت بلال
بن رباح رضی اللہ عنہ اس لیے کہ اسلام کی خاطر ابتداء میں جتنی سختیاں انہوں
نے جھیلی ہیں اس کی مثال نہیں۔

دوسرا دانشور: کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتدائے

اسلام میں قریش کی سختیوں اور سخت ماروں سے کوئی حصہ نہیں پایا۔ سب کو معلوم ہے کہ جب بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کا اظہار کیا تو تمام کفار و مشرکین نے آپ کو اتنا مارا کہ ادھ موا کر کے چھوڑا۔

پہلا دانشور :- بجا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صرف ایک بار یہ مار پڑی لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو عرصہ تک لمحہ لمحہ اس جیسی مار کا نشانہ بنتے علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر صدیق کی برادری تھی جس سے مشرکین کو دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نہ برادری تھی نہ کوئی اور حامی بلکہ آپ اپنے دشمن کے زرخرید غلام تھے وہ انہیں شہید بھی کر دیتا تو اس سے کون تھا کوئی پوچھنے والا۔ بلکہ حضرت بلال کی ہمت پہ قربان کہ دشمن کے گھر میں ہی اسلام کا اعلان کہہ دیا اور اسی پر ڈٹ گئے اس کے بعد جتنا مار پڑتی۔ آپ کے اسلام پہ یقین ہی اضافہ ہوتا۔ سر مو پیچھے ہٹنے کا تصور تک نہ دیا حالانکہ آپ پر ہر مار موت کا پیغام ہوتی۔

دوسرا دانشور :- ایسی سختیوں کی تخصیص صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے کیوں جب کہ ان کی طرح دوسرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کچھ کم نہ تھے جیسے سیدنا عمار وغیرہ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک اور کمال بڑھ کر ہے جو صرف انہی کا حصہ ہے وہ ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا ہجرت کرنا اور یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں کہ دشمنوں کے نرغہ سے اپنے محبوب کو اکیلا لے جا رہا ہے۔ خدانخواستہ اس وقت کفار اگر کہیں ان دونوں بزرگوں کو پا لیتے تو بتائیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا

قبول کرتے لیکن حضور علیہ السلام کو آخر تک نہ آنے دیتے۔

علاوہ ازیں دیگر بیشمار فضائل جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئے نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہ کسی اور کو۔ یہاں تک کہ حضرت عمر و عثمان و علی وغیرہم رضی اللہ عنہم بھی مثلاً

۱۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے لئے منتخب فرمایا۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں اہل اسلام کی امامت فرمائی۔

۳۔ تمام مسلمانوں نے بالاتفاق آپ کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب فرمایا۔

۴۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بندگان خدا میں سے کسی کو خلیل بناتا تو وہ صرف اور صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پہلا دانشور:۔ بسر وچشم لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا خزانچی مقرر فرمایا کتنا بڑا مرتبہ ہے۔

دوسرا دانشور:۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی شہادت بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی مثلاً سیدنا فاروق اعظم و ابوعبیدہ وغیرہما اسی لیے سب نے متفق ہو کر آپ کی بیعت کی ہے

پہلا دانشور:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سیدنا کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ فضیلت کچھ کم ہے کیا۔

دوسرا دانشور:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت ہی نصیب نہ ہوتی حضرت بلال تو حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ مرہونِ منت ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

محفل خوب جمی ہوئی تھی اور یہ مناظرہ زوروں پر تھا کہ اچانک سیّدنا بلال تشریف لائے اور پوچھا کیا گفتگو ہو رہی تھی۔ بعض نے کہا۔

"یذکرون فضلک وما قسم اللہ لک من خیر"

آپ کی بزرگی بیان ہو رہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ بخشا ہے اس کا بیان ہو رہا ہے آپ نے فرمایا۔

انما انا حبشی کنت بالامس عبداً۔ میں تو ایک حبشی ہوں اور چند سال پہلے میں ایک غلام تھا۔ ایک نے جرأت کر کے کہہ دیا کہ

ان ناساھنا یفضلونک علی ابی بکر، یہاں چند ایسے بھی ہیں جو آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

کیف یفضلونی علیہ وانا حسنتہ من حسناتہ (داعی السماء ص ۷۹)

مجھے ان پر کیسے فضیلت دے سکتے ہیں جب کہ میں ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔

فائدہ:۔ گو بات وہی حق اور بنی برجواب ہے جو دوسرے دانشور کی ہے اور حسن کا بہترین فیصلہ خود سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا تصور کتنا بلند تھا۔

حدیث شریف:۔ علامہ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع الجوامع

میں روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انا سابق العرب و بلال الحبشۃ (الحدیث)

میں عرب میں سبقت کرنے والا ہوں تو حبشیوں میں حضرت بلال۔

فائدہ:۔ بہت بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں خلفاء راشدین میں سے شیخین اور عبداللہ بن عمر و کعب بن عجرہ براء بن عاذب اور مدینہ و شام کے اکابر تابعین کی جماعت نے حضرت بلال سے روایت کی ہے (مدارج ج ۲ ص ۱۰۰)

فائدہ:۔ یہ معمولی اعزاز نہیں جب کہ سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہم جیسے عظیم الشان خلفاء نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے ان کے استاذ ہونے کے شرف کا اعتراف فرمایا۔

حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان (کفر کی حالت میں) حضرت سلمان، صہیب اور بلال رضی عنہم کے پاس سے گزرا جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ابوسفیان کو دیکھ کر ان لوگوں نے کہا، ابھی اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اس دشمن خدا کی گردن کو نہیں اتارا"، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، کیا تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، " ابوبکر (رضی اللہ عنہ) شاید تم نے ان لوگوں (حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم) کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے ان کو ناراض کیا ہوگا تو اپنے رب کو ناراض کیا ہوگا" یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضوان

اللہ اجمعین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ، میرے بھائیو! کیا میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے ، انھوں نے جواب دیا نہیں ، ہمارے بھائی اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرماتے (مسلم)

قصوی کی سواری کا شرف

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکثر و بیشتر سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قصویٰ نامی اونٹنی پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا جسے کوئی دوسرا شخص استعمال نہیں کر سکتا تھا ۔

یہ وہ خوش نصیب اونٹنی تھی جس پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے ۔ اور دیوانے اس اونٹنی کی زیارت کو بھی باعث سعادت تصور کرتے تھے پھر ایسے عظیم المرتبت جانور جسے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو پر سواری کرنا ہر عاشق کی خواہش و تمنا ہوگی ۔ یہ سعادت بھی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے حصے ہی میں آئی ۔

فائدہ

حضرت امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فلما هبت نسمات	جب نسیم قبول و ایمان چلی تو حبشہ
القبول والايمان اول	میں سب سے پہلے حضرت بلال
من نشقه بلال بن	رضی اللہ عنہ کو سونگھنا نصیب ہوا ۔
حمامة الحبشي فجذبته	جس کی وجہ سے عنایت [illegible]
عناية التوفيق بالتصديق	نے انہیں تصدیق نبوی کی توفیق
(النعمة الکبریٰ ص۱۱)	بخشی ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گالی دی

حضرت ابوذر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اتنا کہہ دیا تھا کہ (اے کالی عورت کے بیٹے) حضرت بلال نے جب دربار رسالت میں اس کی شکایت کی تو سرکار مدینہ نے حضرت ابوذر کو ڈانٹا اور نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت ابوذر پر اس کا کیا رد عمل ہوا۔ اسے ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ پہلے وہ حدیث شریف پڑھیئے جس میں یہ واقعہ بیان ہوا۔ بخاری شریف میں ہے۔

حضور علیہ السلام کی حضرت ابوذر کو ڈانٹ

عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِیْتُ اَبَاذَرٍ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰی غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَئَلْتُهٗ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اِنِّیْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَیَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَاذَرٍّ اَعَیَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرَءٌ فِیْكَ جَاهِلِیَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ یَدِهٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْكُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا یَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِیْنُوْهُمْ۔ (بخاری باب المعاصی من الجاہلیۃ ج ۱ ص ۹)

ترجمہ:۔ حضرت معرور سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے "ربذہ" میں ملاقات کی۔ وہ اور ان کا غلام ایک ہی جیسا جوڑا پہنے ہوئے تھے تو میں نے ان کے بارے میں اُن سے سوال

کیا تو حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص سے گالی گلوچ کی اور اس کی ماں کو گالی دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر تم نے اس کی ماں کو گالی دی، تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اندر جاہلیت کی خصلت ہے، تمہارے لونڈی غلام تمہارے (دینی) بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے۔ تو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو چاہیئے کہ جو خود کھائے اس کو کھلائے اور جو خود پہنے اس کو پہنائے اور تم ان خادموں کو ایسے کاموں کی تکلیف مت دو جو انہیں لاچار کر دے اور اگر تم ایسی تکلیف دو تو خود بھی کام میں ان کی مدد کرو۔

آقا و غلام

حضرت معرور رضی اللہ عنہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ملنے کے لیے ربذہ حاضر ہوئے تو یہ منظر دیکھا کہ آپ کے بدن اور آپ کے غلام کے بدن پر ایک ہی قسم کا جوڑا ہے آقا اور غلام دونوں کا لباس یکساں دیکھ کر جناب معرور کے دل میں جو سوال تھا وہ سنایا تو حضرت ابوذر نے حدیث سنا کر واضح کر دیا کہ میں حضور علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یہی دستور بنا لیا ہے کہ مساوات قائم کر دی کہ جو کچھ خود کھاتا ہوں وہی غلام کو کھلاتا ہوں اور جو کچھ خود پہنتا ہوں وہی اپنے غلام کو پہناتا ہوں اسی لیے تم مجھے اور میرے غلام میں کوئی فرق نہیں محسوس کر رہے۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے معافی مانگ لی)

... ار رسالت کی ملامت سن کر فوراً ہی حضرت ابوذر حضرت بلال کی خدمت میں ندامت کے ساتھ حاضر ہوئے اور ایک دم اپنا حسین رخسار زمین پر رکھ کر انتہائی لجاجت کے ساتھ روتے اور گڑگڑاتے ہوئے

یہ کہا کہ اے بلال! جب تک تم اپنے قدم کے تلوے سے میرے اس رُخسار کو نہ روندو گے میں اُس وقت تک اپنا یہ چہرہ ہرگز ہرگز زمین سے نہیں اٹھاؤں گا!

حضرت ابوذر کے شدید اصرار سے مجبور ہو کر حضرت بلال نے باولِ نخواستہ اپنا قدم ابوذر کے چہرے پر رکھ کر فوراً ہی ہٹا لیا اور حضرت ابوذر کو معاف کر دیا۔ (ارشاد الساری ج ا ص ۲۴۶)

ازالہ وہم علامہ قسطلانی نے اس واقعہ کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوذر نے یہ عار دلانے والی بات حضرت بلال کے لیے اُس وقت کہی تھی جب کہ حضرت ابوذر کو اس قسم کے الفاظ کی حرمت کا علم نہیں ہوا تھا ورنہ حضرت ابوذر جیسے پیکرِ تقویٰ و پرہیزگاری سے ایسی بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ لفظ کہہ کر ان کی سرزنش فرمائی کہ تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی خصلت باقی ہے اور یہ منہ پر ڈانٹ اس کے بلند مراتب کی وجہ سے ہوئی کہ اتنے بڑے آدمی کی زبان سے اتنی چھوٹی اور گری ہوئی بات نہیں نکلنی چاہیے تھی (ارشاد الساری ج ا ص ۲۴۶)

غزوات اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک رہے تفصیل ملاحظہ ہو۔

غزوہ بدر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دوستانہ مراسم تھے جب وہ مدینے آتا تو ان کے گھر ٹھہرتا اور جب آپ مکہ تشریف لے جاتے تو اس کے

یہاں قیام فرماتے۔ اسی دوستی کے ناطے حضرت سعد رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ مجھے ایسے وقت میں طواف کرادو۔ جب حرم خالی ہو۔ چنانچہ دوپہر کو امیہ بن خلف ان کو طواف کے لیے لے گیا وہاں عین حرم کے دروازے پر ابوجہل نے ان کو ٹوک کر کہا، تم ہمارے دین کے مرتدوں کو پناہ دو اور ان کی امداد و اعانت کا دم بھرو اور ہم تمہیں اطمینان سے مکہ میں طواف کرنے دیں۔ بخدا اگر تم امیہ بن خلف کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہ جاسکتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا، بخدا اگر تم نے مجھے اس چیز سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے شدید تر ہے یعنی مدینے سے تمہاری راہ گزر،

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو یہ سخت جواب دیا تو امیہ نے ان سے کہا، اس (ابوجہل) سے سخت کلامی نہ کرو۔ یہ اس وادی کے لوگوں کا سردار ہے" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، چھوڑو بھی! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے۔

امیہ نے یہ سن کر سخت پریشانی کے عالم میں پوچھا، کیا یہ لوگ مجھے مکہ میں قتل کریں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں یہ نہیں جانتا" امیہ بن خلف نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے کہا "خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے"

اس واقعہ کے بعد بھی کفار حسب معمول مسلمانوں سے مسلح تصادم کے

بہانے تلاش کرنے لگے اور بالآخر ایک تجارتی قافلے کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ کی وجہ سے کفار مکہ ایک ہزار کا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوئے امیہ بن خلف ساتھ نکلنے کو تیار نہ تھا لیکن ابوجہل نے اصرار کر کے اسے ساتھ لے لیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سو تیرہ مجاہدین کا ایک قافلہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور بدر کے مقام پہ قیام فرمایا۔ دونوں طرف سے صف بندی ہوئی۔ ابوجہل اس منظر کو کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ابوالبختری نے ابوجہل سے پوچھا "اس شخص کے بارے میں تیری رائے کیا ہے؟"

ابوجہل نے کہا، "بخدا یہ شخص (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔

اس نے پوچھا "پھر تو اس سے کیوں لڑتا ہے؟"

ابوجہل بولا، خدا کی قسم! عمر بن ہشام (ابوجہل) کا گھٹنا بلال (رضی اللہ عنہ) کے گھٹنے سے چھو نہیں سکتا۔ میں مرتے دم تک لڑوں گا۔

معرکہ کارزار گرم ہوا، خاندان، قبائل، نسل و برادری کے تعلقات پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آ گئی۔ حق کے پرستاروں نے قومیت کے بت چکنا چور کر دیئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا۔

* حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔
* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔
* حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے لڑنے

کے لیے تیار ہو گئے۔

* حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ عتبہ کے مقابلے کو نکلے۔
* حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔ جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو ایک انصاری مجاہد پکڑ کر باندھ رہے تھے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پکار کر فرمایا "ذرا مضبوط باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے، اس کی رہائی کے لیے تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔

ابوعزیز نے کہا، "تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے۔"

امیہ بن خلف کو اپنے قتل ہونے کا خوف پریشان کر رہا تھا وہ اپنی جان بچانے کی غرض سے ایک پہاڑ کی جانب بھاگا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور پکار کر فرمایا، انصار وہ دیکھو دشمن خدا بھاگا جا رہا ہے، انصار اس کی طرف دوڑ کر گئے اور اسے گرفتار کر کے لائے۔ امیہ بن خلف گرفتار ہونے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیہ بن خلف قتل ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی۔

"مبارک ہو اے بلال (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت سے نوازے تم نے دشمنِ خدا (امیہ بن خلف) سے اپنا انتقام لے لیا۔"

(اسد الغابہ، استیعاب)

غزوہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم رکاب تھے واقدی نے قتل امیہ بن خلف کے بارے میں مختلف روایات درج کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو کبھی زمانہ میں امیہ بن خلف کے دوست تھے اس سے جب میدان جنگ میں ملے تو اسے اور اس کے بیٹے علی کو آگے لگا لیا اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر ان دونوں پر پڑی اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ آٹا گوندھ رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے آٹا گوندھنا چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ زور زور سے مل کر چھڑانے لگے اور پکارتے جاتے تھے اے گروہ انصار! امیہ بن خلف سرغنہ اہل کفر ہے اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔ یہ سن کر مسلمان امیہ کی طرف تیزی سے دوڑے حضرت خبیب بن سیاف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر امیہ کا مقابلہ کیا اور اس کا قتل کر دیا لیکن خود بھی سخت زخمی ہو گئے۔

دوسری روایت میں درج ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافعہ رضی اللہ عنہ نے سخت مقابلہ کے بعد امیہ بن خلف کو قتل کیا۔

تیسری روایت کے مطابق حضرت معمر بن خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹے علی کو ایک روایت میں اس واقعہ کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو واقعہ بدر کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو ان کو قید کر کے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے دیکھا تو چیخ کر فرمایا، اُمیہ کفر کا سرچشمہ ہے اگر وہ چھوٹ

بھی گیا تو بھی بچ نہیں سکے گا۔ غرضیکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حمایت و مدافعت اس کے کچھ کام نہ آئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے قتل کے درپے تھے اور پکار پکار کر مسلمانوں کو اکٹھا کر لیا۔ اتنے میں کسی نے امیہ کے بیٹے پر ایک شدید ضرب کا وار کیا جس سے وہ پچھاڑ کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اس منظر کو دیکھ کر امیہ نے سخت خوفزدہ ہو کر زبردست چیخ ماری۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "امیہ اپنی جان بچا کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ ورنہ بچ نہ پاؤ گے" مجاہدین شدت جذبات کے ساتھ باپ بیٹے پر ٹوٹ پڑے اور دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد سب نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

موذن الرسول کے مصنف نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ

اُمیہ کا قاتل

اُمیہ اور اس کے بیٹے کی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ مکہ میں دوستی تھی جب اُمیہ کو مسلمانوں نے گھیرا تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی وہ دونوں پکار اُٹھے کہ اے عبدالرحمٰن اگر ان زرہوں سے زیادہ ہم دونوں تجھے پیارے ہیں تو ہم کو قتل ہونے سے بچا عبدالرحمٰن کو دوستوں کا خیال آگیا زرہ تو ہاتھ سے پھینک دیں اور اُن دونوں کا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی سفارش کے لیے لے چلے مگر آنحضرت تو پہلے ہی اُمیہ کی نسبت پیشین گوئی کر چکے تھے کہ وہ میرے اصحاب کے ہاتھ سے مارا جائے گا پھر

بھلا وہ بچتا کیسے۔ اب قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ حضرت بلال امیہ کے غلام تھے اور یہ ان کو بہت ستایا کرتا تھا کہیں رستہ میں مل گئے اور حضرت بلال بے تحاشہ پکار اٹھے کہ مسلمانو دیکھو کہ خدا اور رسول کا دشمن امیہ یہ جاتا ہے لوگ دوڑ پڑے اور دونوں باپ بیٹوں کو مار ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن ہزار شور و غل مچاتے رہے مگر کسی نے ایک نہ سنی عبدالرحمٰن بولے اے بلال رحمت خدا کی ہو تجھ پر تو نے میری زرہیں بھی کھوئیں اور میرے قیدیوں کو بھی قتل کرا دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے عتابانہ نگاہ سے انہیں دیکھا تو عبدالرحمٰن بن عوف کا سر شرمساری سے جھک گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ ادا پسند آئی تو دعا فرمائی عَوَّضَكَ اللّٰهُ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ خَيْرًا (حا الرسول ص۵۶) اے عبدالرحمٰن اس کا اللہ تعالےٰ تجھے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

فائدہ:۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دشمن کی رعایت کرنے والے سے کتنا متشدد تھے صلحکلی نہ تھے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حق شنوئی پر بھی قابل تحسین و صد آفرین ہے کہ کس طرح عجز سے سر جھکا دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا اختلاف مبنی بر حق تھا۔ ان کے اندر ہوائے نفس کی بو تک نہ تھی جو کچھ کرتے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے جذبہ کے تحت کرتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور غزوہ ذی امر

یہ غزوہ سنہ ۳ ھ میں واقعہ ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اسی میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے راستہ میں دشمنوں میں سے

جبار نامی ایک شخص ملا۔ سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسلمان کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اس سے مفسدین کا سراغ لگانے میں مدد دے سکیں چنانچہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر ایسی راہ سے ایک پہاڑی پر لے آیا، جہاں مفسد چھپے ہوئے تھے لیکن وہ مفسدین اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے (مدارج النبوۃ وغیرہ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور غزوہ اُحد

اُحد میں صبح کے وقت پہونچے تو حضرت بلال نے اذان اور اقامت کہی، چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق و غلام تھے اس لیے ہر وقت سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنا ان کی خواہش و آرزو تھی آپ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے ایک نیزہ تھامے چلا کرتے جہاں کہیں نماز کا وقت ہوتا اذان و تکبیر کہنے کی سعادت انہی کو حاصل ہوتی چنانچہ غزوہ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور مقام شیخین پر قیام فرمایا تو اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہاں مغرب اور عشاء کی اذان کہی۔ غزوہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی رہے۔ اور جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ ان جانثاروں میں موجود تھے جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ بنا لیا۔ اور کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

بلال کی زبانی

اس واقعہ کو ایک روایت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبانی کچھ اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ احد میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایک پتھر کی وجہ سے زخمی ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ ابن قمیہ جو مکہ کا ماہر شمشیر زن تھا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ یہ ایک آسان بلا کوشش ضرب کا معاملہ تھا لیکن یکا یک خون کے جوش مارنے سے ابن قمیہ جو ٹھنڈے خون اور جذبات سے عاری آدمی تھا نفرت میں پھنس کر رہ گیا۔ اس نے اپنی تلوار ضرورت سے زیادہ بلند کر لی اور جلد ہی خود نیچے آ گیا، صحیح نشانہ لگانے کی تمام شہرت کے باوجود ناکام رہا۔ میں نے خود کو پوری قوت کے ساتھ ابن قمیہ پہ پھینکا، میری تلوار اور میرا جسم زمین سے ٹکرا گئے پھر ہم سب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے ہم کل بارہ آدمی تھے اور ہماری تلواریں خار پشت کانٹوں کی طرح اٹھی ہوئی تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور غزوہ بنی قریظہ

جب غزوہ خندق سے مخالفین اسلام ذلیل و خوار ہو کر لوٹے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور غسل کے بعد نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد خوشبو طلب فرمائی کہ ایک چمکدار سفید عمامے والا اونٹ سوار آیا اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار دیے۔

حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے جلد اٹھیے اور اپنے ہتھیار پہنیے اور بنی قریظہ کی طرف توجہ فرمائیے خدا کی قسم میں جاکر ان کے قلعہ کو اس طرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جیسے کہ انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔ پس سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق مدینہ شریف میں اعلان فرما دیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔ ہر سننے والے فرمانبردار کو دوسری نماز بنی قریظہ میں گزارنی چاہیئے۔

اس غزوہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی نیزہ بدست ساتھ تھے۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا جب مسلمان مجاہدین بنی قریظہ کے پاس پہونچے، بعض صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے وقت کی رعایت کرتے ہوئے عصر کی نماز ادا فرمائی اور بعض نے بنی قریظہ میں جاکر ادا فرمائی۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو دونوں میں سے کسی پر بھی ملامت یا ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

(مدارج النبوۃ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور غزوہ خیبر

جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعہ حموص کو فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قلعہ کے حاکم کی بیٹی صفیہ اور ان کے ایک اور کمسن رشتہ دار کو حاضر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں خیمہ گاہ کی طرف بھیج

دیا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لے کر خیبر کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو چھوٹی لڑکی اس منظر کو دیکھ کر بے تحاشا روئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس عمل پہ سخت رنج ہوا۔ اور جس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ صفیہ کو خیمہ میں پہنچا کر واپس تشریف لائے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا تم نے اپنے دل سے رحم کو نکال ڈالا ہے۔ کیا تمہیں اس کم سن بچی پر ترس نہ آیا؟ تم اس کو مقتولین کی طرف سے کیوں لے کر گئے؟

اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا تھا کہ صفیہ کو وہ حالت دکھا دوں جو اس کو شاق تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے اس بار معاف فرما دیں آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

قصہ لیلۃ التعریس

یہ قصہ مع اعتراضات وجوابات فقیر نے پہلے تفصیل سے لکھا ہے یہاں مضمون کی مناسبت پر صرف واقعہ پہ اکتفا کرتا ہوں۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا حکم فرمایا راستے میں مجاہدین اسلام نے وادی قریٰ میں قیام فرمایا۔ رات کا وقت تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ایسا شخص ہے جو آج کی رات پہرہ دے اور صبح کی نماز کے لیے بروقت جگا دے کیونکہ رات تھوڑی رہ گئی ہے۔ شاید ہمیں گہری نیند ہو جائے اور صبح

کی نماز قضا ہو جائے" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں جاگتا رہوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مجاہدین آرام فرمانے لگے اور نیند آگئی جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے اس کے مشرق کی طرف منہ کر کے صبح کے انتظار میں لاٹھی کے سہارے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی حالت میں نیند آگئی، سورج چڑھ گیا اور اس کی تیز تیز کرنوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ جس کی وجہ سے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا (پکارا) کہ اے بلال! یہ تم نے کیا کیا۔ حضرت بلال فوراً بیدار ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جس نے حضور پُر نور کو سلایا اسی نے مجھ کو سلایا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو جگایا اور اس وادی سے کچھ دور جا کر وضو فرمایا پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے وضو فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے با جماعت نماز کی ادائیگی کے بعد فرمایا، جب تم نماز کو بھول جاؤ تو پھر جس وقت یاد آجائے اسی وقت اسکو پڑھ لو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (مدارج النبوۃ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور غزوہ تبوک

غزوہ تبوک میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذوالبجادین بھی شریک تھے

آپ رضی عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دعا فرمائیے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت کا چھلکا لے آؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے اور درخت سمرہ کا چھلکا لے آئے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھلکے کو آپ رضی اللہ عنہ کے بازو پر باندھا اور فرمایا، یا اللہ (عزوجل) میں نے اس کے خون کو کافروں پر حرام کر دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری یہ عرض نہیں تھی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزا کی نیت سے نکلا ہے اور اس راہ میں تجھے بخار آجائے اور اس بخار سے تو فوت ہو جائے تو شہید ہوگا اور شہدا میں شمار ہوگا، جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگوں نے وہاں پہنچ کر آرام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا اور چند دنوں بعد وفات پائی اور انہیں رات کے وقت دفن کیا گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں چراغ پکڑا ہوا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ (عزوجل) اس نے رات میرے ساتھ گزاری۔ میں اس سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا،،

یہ واقعہ تفصیل سے پہلے گزرا ہے یہاں مدارج النبوۃ مختصراً عرض ہے۔

غزوہ تبوک اور کھانے میں برکت

بنی سعد بن ہذیم کے ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ساتویں تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کیا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم سنیے
اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " افلح وجھک " اس کے بعد فرمایا، اے بلال (رضی اللہ عنہ) اس کے لیے کھانا لاؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چمڑے کا دسترخوان بچھادیا اور قدرے خرما، روغن ملا ملائے اور اس دسترخوان پر رکھ دیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھاؤ ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں تنہا اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا۔ کیا بات ہے کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے فرمایا " الکافر یاکل فی سبعۃ معاء والمؤمن یاکل فی معاء " اگلے روز بوقت چاشت میں پھر گیا تاکہ میں کوئی ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کی زیادتی کا سبب بنے میں نے دیکھا کہ دس اشخاص سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) ہمیں کھانا دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے میں سے باہر نکالیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اخرج ولا تخف من ذی العرش اقتادا ،، حضرت

بلال رضی اللہ عنہ نے تھیلا لا کر تمام کھجوریں دستر خوان پر ڈال دیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں پر دست مبارک رکھکر فرمایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے کھائیں مجھے کھجوروں کی بڑی رغبت تھی میں نے اس قدر کھائیں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور جب میں نے دستر خوان کی طرف دیکھا تو اس پر اسی مقدار میں کھجوریں موجود تھیں گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی گئی۔ تین روز تک اسی طرح میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کا مشاہدہ کرتا رہا۔ (مدارج النبوۃ)

فتح مکہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جب ۸ھ میں کفار نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کا ایک عظیم الشان لشکر لے کر مدینہ شریف سے روانہ ہوئے اور گیارہ رمضان المبارک کی رات کوہ صفا کی اوٹ میں قیام فرمایا۔ اگلی صبح یعنی گیارہ رمضان المبارک ۸ھ کو مسلمان مجاہدین کا لشکر قیام پڑاؤ سے روانہ ہوا اور چاروں طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔

اس اچانک یلغار سے مشرکین حیران و پریشان رہ گئے لیکن پھر بھی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک مسلح جماعت کے ساتھ مسلمانوں کو روکنا چاہا۔ مگر مسلمانوں کا سامنا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دیوانہ وار حملہ آوروں کی صفوں پر پل پڑے۔ قریش کو منہ کی کھانا پڑی۔ اور وہ اپنی تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جب کہ تین مسلمان بھی اس جھڑپ میں شہید ہوئے تھے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ جو شخص مقابلے پر تلوار نہ اٹھائے اسے مت چھیڑا جائے۔

جو گھر میں بیٹھ رہے اس کے ساتھ جنگ نہ کی جائے جو بھاگ نکلے اس کے تعاقب کی ضرورت نہیں۔ جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہو جائے اسکو بھی پناہ ہے اور جو ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے اسے بھی امن ہے اس لیے مسلمان مجاہدین نے بڑے صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس معرکہ عظیم کو سر کیا۔

اس موقعہ پر حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار، سیاہ عمامہ شریف باندھے، سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔

حرم کعبہ کے قریب پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے چابیاں لیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عنایت فرماتے ہوئے دروازہ کھولنے کا حکم فرمایا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے فوراً حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے دروازہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے اور وہاں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کو باری باری گرانا شروع فرمایا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم چھڑی کی نوک سے ٹھوکا دیتے اور فرماتے جاتے جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ حق آیا اور باطل گیا بے شک باطل کو آخر مٹنا ہی تھا۔

کعبہ مکرمہ کو بتوں سے پاک فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔

بلال کعبہ کی چھت پر

فتح مکہ کے بعد حضور قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے راہ میں شعب ابی طالب اور

حنیف بنی کنانہ نظر سے گزرا تو وہ محنت و مشقت کی یاد آئی جو مشرکوں کے ہاتھ
سے اس جگہ پہنچی تھی جس وقت کہ مشرکوں نے کفر و انکار اور بنی ہاشم کے
ساتھ ترک مناکحت اور ان کے ہاتھ خرید و فروخت نہ کرنے پر حلف و
قسم اٹھائی تھی کہ جب تک وہ حضورؐ کو ان کے حوالہ نہ کر دیں گے یہ معاملہ
جاری رہے گا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے یہ تمام مناظر یاد آئے اب فتح مکہ کی نعمت
اور دشمنان دین پر غلبہ پانے پر شکر خدا بجا لائے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت
آیا تو بلال کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ یہ بھی کیسا شریف وقت
اور عظیم نعمت تھی کہ جو حضور کے دامان اجلال کے دست ادراک میں آئی۔
اس وقت کی حقیقت تو عرشیوں سے پوچھنی چاہیے کہ یہ آواز وہاں تک پہنچی
ہوگی بلکہ وہاں سے گزر کر اوراء پہنچی ہوگی۔ اس مقام میں اذان کے کلمات
بھی مروی ہیں جس طرح کہ تفصیل اذان بلال میں دیکھیے۔

مشرکوں نے جب حضرت بلال کی آواز سنی تو ان لوگوں میں سے کچھ
لوگوں نے جیسے خالد بن اسید برادر عتاب بن اسید، حارث بن ہشام برادر
ابو جہل، اور حکم بن العاص نے یاوہ گوئی سے کام لیا۔ اس پر جبریل
علیہ السلام آئے اور جو کچھ ان لوگوں نے بکواس کی تھی سب کی خبر کر دی
حضور نے ان لوگوں کو طلب فرمایا اور جس نے جو کچھ کہا تھا سب کی خبر دی
اور انہیں ان کی باتوں سے خبردار کیا۔ یہ بات ایک جماعت کے اسلام لانے
کا سبب بنی۔ جیسے حارث بن ہشام، عتاب بن اسید وغیرہ۔ ایک روایت
میں ہے کہ ابو سفیان بن حرب بھی ان لوگوں کے ساتھ یاوہ گوئی میں شامل تھا
اس نے کہا تھا کہ میں کچھ نہیں کہتا جو کچھ میں کہوں گا میرا خیال ہے کہ یہ سنگریزے
محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس کی خبر دے دیں گے جب حضور نے ان لوگوں

کے سامنے ان کی کہی ہوئی باتوں کو دہرایا تو ابوسفیان نے کہا کہ میں نے اتنی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے حضور نے تبسم فرمایا اور تصدیق کی اگر یہ روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا تھا اور اس کا اسلام حسن پذیر ہو گیا تھا۔

سقف کعبہ پر چڑھنے والے بلال کا اپنا زبانی حال

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ معظمہ کی چھت پر چڑھ جانے کا حکم دیا اور نجانے کس طرح میرے اندر بے انتہا توانائیاں جمع ہو گئیں جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ شریف میں میری پہلی اذان نے مسجد نبوی کی تکمیل کی تھی اور اب میری اذان طہارت کعبہ کے عمل کو مکمل کرنے والی تھی۔ میں در اصل بتوں کے خلاف چڑھ رہا تھا۔ بازوؤں کے سہارے لٹکتے ہوئے، ہموار دیواروں پر پاؤں جماتے ہوئے میں اوپر پہنچا۔ نیچے مکمل خاموشی تھی پھر میں نے اذان دی۔ اس کے بعد اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار حسب معمول مطمئن اور پر وقار نظر آرہے تھے۔ قریب ہی دوسرے صحابہ وصحابیات رضوان اللہ اجمعین موجود تھے سب ہی بے حد مسرور دکھائی دے رہے تھے۔

بعد وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی

اللہ عنہ جنگ قیساریہ میں شریک ہوئے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے مدینہ شریف سے نکلے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کی فوج میں جا کر شامل ہو گئے جنگ قیساریہ میں جب قسطنطین نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے لشکر سے عارضی صلح کرنی چاہی اور اپنا قاصد اسلامی لشکر میں بھیجا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر میں موجود تھے۔

حضرت بلالؓ اور شہزادہ رومی

رومی قاصد نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص سے آکر عرض کیا کہ ہمارا شہزادہ بڑا رحم دل ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ خونریزی ہو۔ پس آپ کسی صائب الرائے اور فصیح و بلیغ شخص کو بھیجیں جو معزز ین عرب سے ہو۔ تا کہ وہ شرائط صلح طے کر لے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا تم میں سے کون اس کام کے لیے آمادہ ہے۔ یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا" اے عمرو (رضی اللہ عنہ) میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے فرمایا اے بلال، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت نے آپ کے حواس پر بہت گہرا اثر کیا ہے اور آپ اہل عرب سے نہیں ہیں اور نہ ہی اہل عرب کی سی فصاحت و بلاغت آپ کی زبان میں ہے، نیز مجھے ڈر ہے کہ کہیں مغرور شہزادہ آپ (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات کرنے

سے انکار نہ کر دے۔ اس لیے مجھے آپ کے بھیجنے میں کچھ تامل ہے گو ہماری نگاہوں میں آپ کی بے انتہا قدر و منزلت ہے لیکن وہ نصرانی آپ کی شان و مقام سے ناواقف ہے۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے عمرو (رضی اللہ عنہ) تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ضرور مجھے ہی بھیجو۔ میں انشاء اللہ اس کام کو نہایت عمدگی سے نبھاؤں گا۔

حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ آپ نے مجھے بڑی قسم دلائی ہے۔ اب میں آپ کو نہیں روک سکتا۔ پس آپ تشریف لے جائیں اور شہزادہ سے مل کر اسلام کی خوبیاں اس پر ظاہر فرمائیں،" حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص سے رخصت ہو کر قاصد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ امیر لشکر نے مجھے تمہارے شہزادے کے ساتھ گفتگو کرنے کو بھیجا ہے۔ قاصد آپ کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور کہنے لگا کہ "عرب امیر کے پاس کوئی معزز نہیں رہا جو وہ ایک حبشی غلام کو سفارت پہ بھیج رہا ہے؟ ہمارا شہزادہ تو تم سے ملاقات نہیں کرے گا۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا! "اے رومی! اگرچہ میں حبشی ہوں لیکن اہل اسلام میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موذن ہوں اور تمہارے شہزادے سے گفتگو کرنے سے عاجز نہیں ہوں۔" رومی بولا۔ اچھا میں تم کو لیے چلتا ہوں مگر شہزادہ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں اس سے تمہارے آنے کی اطلاع کر دوں گا۔ اگر شہزادہ نے اجازت دی تو پیش کر دوں گا ورنہ نہیں۔

رومی قاصد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے رومی کیمپ میں آیا اور آپ کو شاہی خیمہ کے باہر کھڑا کر کے شہزادے کو اطلاع دی کہ

عرب امیر نے آپ سے گفتگو کے لیے ایک حبشی کو بھیجا ہے، شہزادہ کیا جانتا تھا کہ اسلام میں حقیقی بزرگی کیا چیز ہوتی ہے اس نے ایک حبشی سے ملنے میں اپنی ہتک سمجھی اور سخت برافروختہ ہو کر کہنے لگا کہ عرب سردار نے ہمیں اس قدر حقیر سمجھا ہے کہ جو ایک حبشی کو گفتگو کرنے کو بھیجا ہے جاؤ اس کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ شہزادہ تم سے بات چیت کرنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے اگر عربی سردار کو ہم سے بات چیت کرنا منظور ہے تو وہ خود آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شہزادہ کے اس نخوت آمیز کلام سے سخت بے دل ہو کر واپس اسلامی کیمپ میں تشریف لے گئے اور تمام ماجرا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص سے بیان فرمایا۔

وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مروی ہے کہ شدت مرض کے وقت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر انور پر عصابہ باندھا ہوا تھا۔ فضل بن عباس نے دست مبارک کو تھام رکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں مجھے ان کو وصیت کرنی ہے فرمایا، اے بلال رضی اللہ عنہ) مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر ندا کرو، لوگوں نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فوراً گھروں اور دوکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے بھاگے، بڑے چھوٹے، عورت مرد سبھی مسجد میں جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسجد میں مزید گنجائش نہ رہی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

مروی ہے کہ ایام مرض میں جب بھی نماز کا وقت آتا حضرت بلال

رضی اللہ عنہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت جماعت کی حسب معمول اطلاع دیتے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ مرض کے آخر میں اس کی شدت اور صعوبت کی بناء پر حجرہ مبارکہ سے باہر قدم نہیں رکھ سکے۔ اس لیے لوگوں کے ساتھ نماز ادائیگی بھی ممکن نہ رہی۔

ایک روایت ہے کہ آخری مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت سترہ نمازیں رہ گئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان جماعت سے فوت ہونے والی نمازوں کی ابتداء عشاء کی نماز سے ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر آکر عرض کی کہ الصلوۃ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک بہت ناساز تھا۔ نقاہت طاری تھی اور بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بے ہوش ہو رہے تھے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم پہنچا دیں کہ وہ جماعت کروائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ روتے ہوئے لوٹے اور سر پہ ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے۔

واغوثاہ یا انقطاع رجاہ وانکسار ظہراہ

"اگر مجھے میری ماں نہ جنتی تو کیا ہوتا اور اگر جنا تو اس سے پہلے مرجاتا تو کیا ہوتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حال کا مشاہدہ نہ کرتا۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رقیق القلب ہونے کی وجہ سے

ضبط کی کوشش کے باوجود اضطراب کی سی کیفیت طاری تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، عمر (رضی اللہ عنہ) تم لوگوں کو نماز پڑھا دو" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور اسی طرح سترہ نمازیں گزاریں۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں تخفیف محسوس کی اور حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے ظہر کی نماز کا وقت تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی امامت فرما رہے تھے کہ انھوں نے محسوس کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے حکم فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور پیچھے نہ ہٹو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے پہلو میں تشریف فرما ہو کر نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے نمازی نماز کے ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔

پیر کے روز مزاج مبارک نے آخری سنبھالا لیا۔ مسواک فرمائی۔ پردہ اُٹھا کر اپنے محبوب ساتھیوں (رضوان اللہ اجمعین) کو دیکھا اور تبسم فرمائی اس کے بعد بے چینی بڑھتی گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا سر انور میرے زانو پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دیر غشی طاری رہی پھر آفاقہ ہوا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی۔ میں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہنا پسند نہیں فرماتے اور مجھے اس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا خیال تک نہ آیا کہ نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک کہ اس کو جنت میں اس کا مقام دکھا نہ دیا جائے لیکن یہ ضرور یقین ہو گیا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آخری الفاظ ہیں"

(مسلم و بخاری)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوکھٹ پر سر جھکائے کھڑے تھے یہ جو کچھ ہو رہا تھا عاشق زار کے دل کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا سلام لے کر آ گئے ملک الموت علیہ السلام درود و سلام کی سوغات لیے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ چکے تھے

اب کوچ کی تیاری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے ملنے جا رہے تھے اور پھر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرما لیا۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آسمانوں پر صل علی محمد کا شور مچا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین میں کہرام برپا تھا

امہات المومنین پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدمین شریفین سے لپٹے خوب بوسے لے رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی دیکھی نہ جاتی تھی اور آپ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے لپٹی رو رہی تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کی آنکھوں سے دریائے اشک رواں تھا وہ آنچل میں منہ چھپائے رو رہی تھیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا رو رو کر برا حال تھا۔ آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے بارہا سینے سے لگایا تھا۔ بچپن میں دیکھ بھال کی سعادت حاصل کی تھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا غم سے دل پھٹا جا رہا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کو تسلی دے رہے تھے جن کا غم دیکھا نہ جاتا تھا لیکن اس وقت کوئی تسلی کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی۔ تسلیاں دینے والوں کے دل بھی غم کے مارے رو رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر سکتہ طاری تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دیوار سے لگے رو رہے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تصویر غم بنے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے دل سے آہیں نکل رہی تھیں حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روتے ہوئے فریاد کر رہے تھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خاموش تصویر غم بنے کھڑے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بن رہی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ زار زار رو رہے

تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اس غم کو برداشت ہی نہ کر سکے۔ ان کا کلیجہ پھٹ گیا اور اسی صدمہ سے انتقال فرما گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وارفتگی کا عجیب عالم تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس خبر نے ان سب کی روح کو ہلا کر رکھ دیا ہے

کیفیت بلال مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خازن وخادم خاص حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) بس حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف نظریں جمائے بیٹھے تھے شدت غم سے کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ بے قرار ہو کر کبھی حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوتے اپنے محبوب ومطلوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی بلائیں لیتے اور اپنے دل کو یہ کہتے ہوئے تسلی دیتے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر محو خواب ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں بیدار ہوں گے اور غلام کو یاد فرمائیں گے ہاں ہاں ابھی پکاریں گے "یا بلال (رضی اللہ عنہ)"؟

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور بڑی تیزی کے ساتھ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوئے، چادر مبارک ہٹائی، چہرہ انور کی بلائیں لیں۔ خرق مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ ہائے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد سر جھکا لیا۔ پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ ہائے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ فدا ہوں۔ واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقدر تھی۔ اس کا مزہ چکھ چکے۔ اب اس کے بعد پھر کبھی موت نہ آئے گی۔

پھر چادر مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ کر حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لائے، مجمع غم پر نظر ڈالی۔ دل سے اٹھتی ہوئی آہوں کو روکا دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پایا اور فرمایا۔

اگر تم لوگ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتے تھے تو بے شک سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہری پردہ فرما گئے ہیں اور اگر تم خدا کی عبادت کرتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے سر چکرا رہا تھا کچھ یقین نہ آرہا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے تلوار چھوٹ گئی اور آپ رضی اللہ عنہ نڈھال ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس دوران تحریک اسلامی کے امیر کا انتخاب عمل میں آیا۔ یہ تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار، رفیق خاص، مشیر و معاون اور بزرگ ترین صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں سے تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک کے مقدس فریضہ کو اپنے ہاتھوں سر انجام دینے کے انتظامات شروع فرمائے۔ اہل بیت رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رضوان اللہ اجمعین کو مختلف فرائض سپرد کیے۔ آخری آرامگاہ کے لیے جگہ کے تعین کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یاد دلایا کہ،

نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حجرہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں لحد منور کھودی گئی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بغلی قبر تیار فرمائی۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اسامہ بن زید

رضی اللہ عنہ نے پردہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جسم مبارک کو سینے سے لگا کر رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت قیسم رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ جسم اطہر کی کروٹیں بدلتے تھے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اوپر سے پانی ڈالتے تھے غسل مبارک کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی کپڑوں جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں دیے گئے۔ جنازہ تیار ہو گیا۔ لوگ باری باری آتے اور نماز جنازہ پڑھتے اور دوسروں کے لیے جگہ خالی کرتے تھے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے روز پردہ فرمایا تھا منگل اور بدھ کی درمیانی شب نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت شقران رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سرہانے سے لے کر قدمین شریف تک پانی چھڑکا، آپ رضی اللہ عنہ پانی چھڑکتے جاتے اور آنکھوں سے گرتے ہوئے موتی زمین میں جذب ہو رہے تھے۔ (مشکوٰۃ)

غلامان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضوان اللہ اجمعین آقائے دوجہاں، والیٔ بےکساں صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک سے فارغ ہو کر لوٹے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑے حسرت بھرے لہجے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر آئے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ہائے انس رضی اللہ عنہ تمہارے

دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منوں مٹی کے نیچے دبا دیا" (اسد الغابہ)

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باباجان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر تشریف لے گئیں۔ روئیں اور ایک مشتِ خاک قبر مبارک سے لیکر آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی جو شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی خاک سونگھتا ہے۔ پھر اسے اور کیا چاہیے اب اس کو چاہیے کہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں اگر وہ دنوں پر نازل ہوتیں تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے" (المنثور)

نوٹ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی تفصیل فقیر نے رسالہ "وصالنامہ" میں عرض کر دی ہے وہیں پر "حیٰوۃ الانبیاء" و دیگر عجیب و غریب ابحاث درج کر دیئے گئے ہیں۔

صفات بلال رضی اللہ عنہ

ویسے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی جامع جمیع الصفات تھا لیکن بعض حضرات کو بعض خصوصیات سے شہرت حاصل تھی انہیں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں آپ چند خصوصی صفات میں بہت مشہور تھے۔ تبرکاً چند خصوصیات ملاحظہ ہوں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خاص شہرت ہے بہت سے مضامین سابق اوراق میں مفصلاً و مجملاً آچکے ہیں مثلاً ابتدائی دور میں امیہ کے ظلم وستم کی داستان میں گزرا کہ حضرت بلال کا حال دیکھ کر ابوبکر نے فرمایا آہستہ آہستہ پڑھو کچھ دن تو عمل کیا لیکن عشق سے بیقرار ہو کر کہنے لگے۔

پتھروں سے ہو رہا ہوں پائمال
خون دینے لگا ہے بال بال

ان عذابوں کے مجھے پروا نہیں
ان تکالیفوں سے دل دکھتا نہیں

دفتر عشاق میں لکھ لے مجھے
چاہے پھر جتنی بھی ایذا دے مجھے

دیکھ پھر کس شوق سے لیتا ہوں میں
جان کو کس شوق سے دیتا ہوں میں

بلکہ بقول مصنف داعی السماء

ھو مغنی الدنیا والاخر فی طویۃ غلیہ وعاش
ومات وھو لا یرجو فی دنیا ولا بعد موتہ
الا ان یاوی الی جوارہ وینعم برضاہ ص ۱۲۴

دنیا و آخرت میں حضرت بلال کا مطمع نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے مرنا جینا ان کا اسی پہ تھا کہ وہ ہر وقت حضور علیہ السلام کے قرب میں رہیں۔

تم سامنے آ بیٹھو

سکرات الموت کی گھڑی ایک پر کٹھن مرحلہ ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت فرحاں وخنداں تھے۔ مروی ہے کہ جب آپ پر سکرات طاری ہوئی تو آپ کی زوجہ مکرمہ رونے لگیں اور کہتی تھیں۔ واحزناہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے

؎ وافرحتاہ وافرحتاہ

غداً نلقی الاحبۃ محمداً وصحبہ

خوشیاں ہی خوشیاں - ہم کل محبوبوں سے ملیں گے محمد اور ان کے اصحابہ سے۔

صاحب داعی السماع نے یہ واقعہ لکھ کر تحریر فرمایا کہ

علی ھذا عاش وعلی ھذا مات۔

اسی عشق میں زندگی گذاری اور اسی پر فوت ہوئے۔

اس کے بعد زوجہ سے ناراضگی کا واقعہ لکھا جس میں کہ بیوی سے ناراض ہوئے تو حضور علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے۔ جس کی صلح خود حضور علیہ السلام نے فرمائی۔ تفصیل گزری ہے۔

اذان واعلان

اذان تو ایسا عمل ہے کہ گویا اس کی غرض وغایۃ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں کہ جونہی لفظ اذان زبان پر جاری ہوگا فوراً حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تصور سامنے آئے گا۔ اذان بلال کی تفصیل وعجائبات فقیر کے رسالہ "اذان بلال" میں پڑھیے

ایسے ہی اعلان احکام وغیرہ کا کام بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس کی تفصیل گزری ہے یہ ایسی ڈیوٹی تھی کہ روز سے

کی سحری کھانے اور ختم کرنے کا دار و مدار ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان پر تھا۔ اس کی تفصیل اور سوال و جواب فقیر کے رسالہ "اذان بلال" میں ہے۔

صدق و صداقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس میں اتنا مشہور تھے کہ اپنے برادر دینی ابورویحہ کے بارے میں نکاح کی باری آئی تو آپ نے ان کے سامنے صاف گوئی سے کام لیا۔ اگرچہ اس سے بظاہر سخت تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ واقعہ کی تفصیل گزری ہے حالانکہ ابورویحہ رضی اللہ عنہ سے پیار کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے۔

لا تسو افارقہ بالاخوۃ التی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقد بینہ ابنی۔ (دواعی السماء ص ۱۲۶)

میں اس سے کبھی جدا نہ ہوگا اس بھائی چارہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے درمیان عقد کیا ہے۔

یہاں تک کہ شام کو ہجرت کے وقت اپنے وظائف حضرت ابورویحہ کے نام منتقل کر دیے۔ صدق کا یہ حال تھا کہ صحابہ کرام لیشکون فی انصار وکا یشکون فی روایتہ وینقلہ ویردون روایۃ الیقین فی شوئن والصلوۃ والصیام (دواعی السما ص ۱۲۵)

امانت و دیانت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنے جملہ امور کا خزانچی مقرر فرمایا۔ اموال المسلمین ہوں یا اپنے گھریلو ضروریات طعام وغیرہ حضر میں بھی سفر میں بھی، یہاں تک غزوات اور

حج مبارک وغیرہ وغیرہ میں آپ ہی یہ جملہ امور سر انجام دیتے تھے۔

خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی خدمت ایسی پسند آئی کہ لمحہ بھر بھی اپنے سے جدائی گوارہ نہ فرماتے۔ مختصر سا بیان گزرا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا عصا مبارک ان کے سپرد کیا ہوا تھا کہ ایام عید والستقاء وغیرہ کے وقت حضرت بلال کے ہاتھ میں ہوتا۔ (مصنف داعی السماء نے لکھا کہ

لم یعرف احد من	کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بلال
الصحابۃ لازمہ علیہ	موذن جیسی کسی کو حضور علیہ السلام
السلام کما لازمہ ھذا	کے ساتھ دائمی صحبت نصیب ہوئی
الموذن الذی یقیم	کہ ہر نماز آپ کے ساتھ ہی ادا فرماتے
معہ الصلوۃ وھذا	اور یہ وہ امین ہیں کہ حضور علیہ السلام
الامین الذی یحفظ	کے مال وطعام وغیرہ کی حفاظت
المال والطعام الخ	فرماتے۔

(داعی السماء ص ۶۷۔)

یہ وہی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرمیوں کے سفروں میں آپ کے لیے سایہ کا انتظام فرماتے۔ سفروں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اکثر اپنی قصواء اونٹنی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے یہاں تک کہ کعبہ کے اندر (فتح مکہ کے بعد) دو صحابیوں کے ساتھ صرف آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔

اشداء علی الکفار

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جتنا اپنے دوستوں سے بڑھ کر رحیم و کریم تھے اس سے کہیں زیادہ اعدائے اسلام کے حق میں سخت تر تھے۔ بدر میں امیہ کو فی النار والسقر کرنے کی تفصیل گزری ہے اس کے علاوہ غزوہ خیبر میں اس سے بڑھ کر ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ جب حصن قموص فتح ہوا۔ تو صاحب قلعہ کی دو بچیاں (صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان سے ایک چھوٹی بہن) لانے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ جب وہ دو بچیاں خیبر کے مقتولین کے قریب سے گزریں تو صفیہ سے چھوٹی بچی رونے لگی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے طمانچہ مارا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عتاب کے رنگ میں فرمایا۔ انسزعت منک الرحمۃ یا بلال حسن تمر بجاویۃ حدیثۃ السن علی القتلی۔ اے بلال تمہارے سے رحمت چھن گئی جب چھوٹی مقتولوں کو دیکھ کر رو پڑی تو تو نے اسے طمانچہ مار دیا۔ عرض کی یا رسول اللہ۔ انک تکرہ ذلک و رحبیت ان تری مصارع قومہا۔ (داعی السماء ص۱۲۹) یا رسول اللہ میں گمان نہیں کرتا کہ آپ کو یہ ناگوار ہو میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بچی کی قوم کے مرداروں کو خود دیکھئے۔ یعنی وہ اعدائے اسلام اس لائق تھے جس کی سزا انہیں ملی پھر اس پہ رونے کا کیا مطلب۔ اس سے جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دشمن احدیہ شدت کیسے کا علم ہوا وہاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچیوں پہ رافت وعطوفت اور شفقت کا بھی پتہ چل گیا کہ وہ کریم اپنے تو ہیں ہی اپنے لیکن بیگانوں کے لیے کتنا شفیق ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر سخت گرفت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ خالد بن ولید رضی اللہ سے پوچھیں کہ وہ شعرا کو اتنا بڑے انعامات سے نوازتے ہیں اپنے مال سے یا بیت المال سے۔ اس کا جواب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ دیا۔ تو حضرت بلال نے ان کا عمامہ اتار کر اس سے ہاتھ باندھ دیئے جیسے کسی مجرم کو باندھا جاتا ہے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ فرمایا۔ اب پوچھا کہ یہ شعراء کے انعامات گھر سے ادا کئے جاتے ہیں یا مال المسلمین سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ میرا اپنا ذاتی مال ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت بلال نے حضرت خالد کو نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ خود عمامہ باندھتے جا رہے تھے اور کہتے بھی جا رہے تھے۔

نسمع و نطیع موٗلاتنا - و نفخم و نخدم موالینا

ہم اپنے افسروں کو مانتے بھی ہیں اور ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں لیکن اپنے موالی کی عزت افزائی بھی کرتے اور ان کی خدمت بھی۔ (اعلی السماء ص ۱۲۳)

فائدہ :۔ زخمی کر کے مرہم لگانے والا معاملہ ہے لیکن اس سے دور حاضرہ کے افسران اور احکام بالا و ذراء و صدور آنکھ کھولیں کہ ایسی مثال تم بھی قائم کر دکھاؤ۔

انکسار و تواضع

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق جب صحابہ کرام ان کے سامنے مردانہ وار مصائب و آلام برداشت کرنے کی داستان ستائش کے انداز میں بیان کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زبانی اپنی تعریف سن کر شرمندہ ہو جایا کرتے اور فرماتے "بھائیو! میں تو ایک ایسا شخص ہوں جو کل تک غلام تھا" ان

کی اس انکساری اور کسر نفسی میں لوگوں کو ان کی نفسی شرافت و محبت کی مہک محسوس ہوتی ہے۔

نفلی روزہ | عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَغَدّٰی فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ یَا بِلَالُ قَالَ اِنِّیْ صَائِمٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاْکُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِی الْجَنَّۃِ اَشَعَرْتَ یَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ تُسَبِّحُ عِظَامُہٗ وَیَسْتَغْفِرُ لَہُ الْمَلَائِکَۃُ مَا اُکِلَ عِنْدَہٗ۔ (رواہ البیہقی)

ترجمہ :۔ حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ یا بلال، صبح کا کھانا حاضر ہے۔ بلال نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں روزہ (نفلی) سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کھاتے ہیں ہم رزق اپنا اور بلالؓ کا رزق جنت میں ہے۔ پھر فرمایا بلال! تم جانتے ہو، روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اس کے لئے فرشتے جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جائے۔

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزہ دار کے سامنے کھانے سے روزہ دار کے لیے بہت بڑا اجر و ثواب ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نوید جنت سنائی۔ ایسے ہی سیدہ ام عمارہ

رضی اللہ عنہا کو بھی سنائی۔ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اُمِّ عُمَارَۃَ بِنْتِ کَعْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَاخَلَ عَلَیْھَا فَدَعَتْ لَہٗ بِطَعَامٍ فَقَالَ اَلْھَا کُلِیْ فَقَالَتْ اِنِّیْ صَائِمَۃٌ "فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُکِلَ عِنْدَہٗ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰئِکَۃُ حَتّٰی یَفْرَغُوْا۔

ترجمہ:۔ حضرت ام عمارہؓ بنت کعبؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے آپ کے لیے کھانا منگوایا آپ نے اُم عمارہ سے فرمایا۔ تم بھی کھاؤ۔ اُم عمارہ نے کہا۔ میں روزہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ روزہ دار کے سامنے جب کھانا کھایا جائے تو رحمت بھیجتے ہیں فرشتے اس پر اس وقت تک کہ کھانا کھانے والے کھانے سے فارغ ہوں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

۲۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو دیکھا کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے "ما تقدم من ذنبک وما تاخر" کا مژدہ سنایا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بلال۔ کیا میں عبد شکر گزار نہ ہوں (الوفا)

انتباہ آج کل اس مسئلہ کو نیڈی مجتہدین نے خوب اچھالا ہوا ہے حالانکہ بات صرف اتنا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی

قدس سرہ نے ادب کا درس دیا۔ ترجمہ وہی کیا جس سے ادب و تعظیم کا اظہار ہو لیکن ٹیڑھی مجتہدین کو شاید ادب و تعظیم ناگوار ہے اسی لیے اس ترجمہ کو غلط قرار دینے کے درپے ہیں۔ یہ کام مخالفین اہل سنت کرتے تو کوئی بات نہ تھی۔ یہ جرأت وہ کر رہے ہیں جو ایک طرف امام احمد رضا قدس سرہ کو مجدد مانتے ہیں دوسری طرف ان کی تحقیق غلط ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

(فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان)

فائدہ آیت میں ذنب واقع ہے لیکن ضروری نہیں کہ ذنب بمعنی گناہ ہو بلکہ اس کا معنی ذم یعنی تابعدار بھی آتا ہے۔ لیسے عرفی معنی گناہ میں لینا اگرچہ بمعنی خلاف اولیٰ ہے تب بھی جو لفظ حضور سرور عالم کی کسر شان پہ دلالت کرے، اسے استعمال نہ کرنا بہتر ہے مثلاً صلوٰۃ کا مصدر تصلیۃ ہے بمعنی صلوۃ اور بمعنی آگ میں داخل کرنا بھی آتا ہے اسی لیے علماء کرام نے تصلیتہ کا اطلاق حضور علیہ السلام کے لیے ناجائز کہا ہے وہاں تو صرف احتمال ہے اور یہاں تو ذنب بمعنی گناہ عام ہے اسی لیے اس کے اطلاق سے احتراز بطریق اولیٰ ہے، اس لیے کہ اسلام کی روح و جواہر ادب و تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور و منشور تھا۔ تفصیل تو فقیر نے اپنی تصنیف "الاصابہ فی عقائد اصحابہ" میں عرض کر دی ہے مختصراً یہاں بھی ملاحظہ ہو۔

ادب اور تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ادب و تعظیم عشق کا ایک شعبہ ہے

اور یہ شعبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وافر نصیب ہوا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں سے ہیں جن کی حیات مبارکہ کا زیادہ تر حصہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و خدمت میں بسر ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ خازنِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حاجبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نجیب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے القاب سے نوازے گئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی روزمرہ کی ضروریات کا اہتمام کرنا بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حصہ ہی میں آیا۔ دن کا بیشتر حصہ اسی باسعادت خدمت و غلامی میں بسر ہوا۔ مگر تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور عشق بلال (رضی اللہ عنہ) بڑھتا ہی رہا۔ صرف ایک روایت حاضر ہے۔

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے فرمایا کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَأَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام میں دیکھا جب کہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی ایک لگن میں لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ

تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ ۔ (رواہ البخاری ،مسلم ، مشکوٰۃ ص ۴۲۷) | حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرہ وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی ۔

فائدہ :۔ اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی (دھوون) سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جو صحابہ رضوان اللہ اجمعین پانی نہیں پاتے تھے وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے ۔

حضرت بلال صحابہ کرام کی نظر میں

۱۔ صدیق اکبر کی نظر میں

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذوق جہاد اور جذبہ سرفروشی کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے محسن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ، خلیفہ رسول اللہ ۔ آپ نے مجھے خدا کے لیے آزاد کیا تھا یا اپنی مصاحبت کے لیے ۔ فرمایا ۔ خدا کے لیے ہی میں نے تمہیں آزاد کیا تھا ۔

یہ جواب سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے ، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ پیام موت تک اسی عمل خیر کو لازمہ

اجازت بناؤں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بلال میں تمہیں خدا اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے پیری میں داغ مفارقت نہ دینا چند روز تو صدیق اکبر کا فرمان مانا لیکن بالآخر شام کی طرف چلے گئے۔ صدیق اکبر حضرت بلال کی خوب مدح و ثنا فرماتے۔ ان کی اسلام میں تکالیف برداشت کو سراہتے۔ ان کی تعریف میں اکثر پڑھا کرتے۔

هنيئاً زادك الرحمن خيراً   فقد ادرك ثارك يا بلال

فاروق اعظم کی نظر میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو جوش جہاد کی دبی ہوئی چنگاریاں سینہ بلال میں پھر بھڑک اٹھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شرکت کی اجازت چاہی تو انہوں نے بھی خلیفہ اوّل کی طرح ان کو روکنا چاہا لیکن اب آپ کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، بے حد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی اور شام کی مہم میں شریک ہو گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۶ھ میں شام کا سفر کیا تو دوسرے فوجی افسروں کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی مقام جابیہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کے سفر میں ساتھ رہے۔

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان دینے کی فرمائش کی تو کہنے لگے میں عہد کر چکا تھا کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔ تاہم آج آپ کی خواہش پوری کر دوں گا۔ یہ کہہ کر آپؓ نے کچھ ایسے پُر سوز لحن میں توحید کا پُر جلال نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بے تاب ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل پر وارفتگی طاری ہو گئی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے

ابوبکر سیدنا اعتق سیدنا یعنی بلالا (رواہ البخاری)

(مدارج جلد دوم)

ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ جنہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرمایا۔

۳۔ ایک دفعہ ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو و دیگر اعیان قریش فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے آئے اور اسی دوران حضرت بلال و حضرت صہیب رضی اللہ عنہما بھی ملاقات کے لیے آئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قریش سے پہلے ان دو بزرگوں (بلال وصہیب رضی اللہ عنہما) کو بلا کر ان کا حال احوال پوچھا۔ ان کے بعد ابوسفیان و اعیان قریش کو بلایا۔ اس روش پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آج جیسا رسوا کن دن ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ غلاموں کو بلایا جا رہا ہے اور ہم دروازے پر کھڑے ہیں۔ ان میں حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اعدل تھے۔ فرمایا کہ بھائیو! تمہاری ناراضگی بجا لیکن نہ صرف اب بلکہ قیامت میں بھی ایسا ہو گا۔ اس لیے جب اسلام کی دعوت کا اعلان ہوا۔ تو غلاموں نے سبقت کی اور تم پیچھے رہ گئے اب دنیا ہو یا آخرت میں تم اگر پیچھے رہ جاؤ اور وہ آگے تو یہ ان کا حق ہے۔ (دوامی السماء ص $\frac{۱۲۹}{۱۳۰}$)

۴۔ ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بازار سے گزر رہے تھے آپ نے حضرت بلال کو یوں خطاب فرمایا۔

یا سیدی بلال۔ اے میرے سردار بلال رضی اللہ عنہ۔

ذو کلاع حمیری

حمیر قبیلہ کے رئیس ذو کلاع حمیری جو یمن و طائف کے چند اضلاع کے حاکم تھے جب اسلام قبول کیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آغاز میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر سلام کے بعد عرض کی۔ اسے بلال پاؤں پھیلائیے تاکہ آپ کے پاؤں دابوں، مٹھیاں بھروں۔ اس لیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق ہیں۔

نوٹ:۔ اسلام سے قبل اس کا یہ حال تھا کہ اسے اس کی قوم (جو تقریباً ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی) سجدہ کرتی تھی۔ جیسے دورِ جہالت کا طریقہ تعظیم تھا۔

ان کے علاوہ دوسرے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اندازہ خود لگائیے۔ ہم نے اختصار کے طور پر انہی پر اکتفاء کیا ہے۔

دو رئیس عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا منظر

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جبہ مبارک بھیج کر حکم فرمایا کہ امت کے لیے دعا کیجیے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تلاش بسیار کے باوجود حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا پتہ نہ ملا۔ بنابریں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک اور پیغام ان تک نہ پہنچ سکا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں کچھ معلوم ہوا تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ یمن تشریف

لے گئے وہاں پہنچ کر حضرت خواجہ اویس قرنی رضی عنہ کے بارے میں پوچھا تو پتہ نہ چلا۔ اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص نے بتایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس وقت بعد ادائے نماز مغرب ابدلان کی روش پر چلتے ہیں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) جو بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے فوراً اس طرف کو گئے آپ نے سلام کیا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زبان سے لفظ "ہو" نکلا۔ جیسے سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر وجد طاری ہو گیا اور آپ بیہوش ہو کر زمین پر آرہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انھیں لے آئے۔ ہوش میں آئے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا؟ انھوں نے ساری کیفیت سنائی اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ حضرت اویس (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں جن سے ملنے ہم یہاں آئے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دوبارہ اس طرف جانے کو فرمایا اور سلام بھیجا فرمایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بتا دیجئے گا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضوان اللہ اجمعین) ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتے ہیں جب آپ پسند فرمائیں۔ ملاقات کا موقع دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پیغام پہنچایا تو اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو ملاقات کا ذ... ملا۔ جس کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف ذکر اویس میں دیکھیے اس طرح اس ملاقات کے ذریعے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال عاشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کے اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع بھی ملا۔

فائدہ :۔ بیشک صحابہ اور وہ بھی خلفاء راشدین اور حضوری موذن ومقرب بلال رضی اللہ تعالیٰ افضل ہیں۔ لیکن کبھی مفضول میں ایسا قیمتی جوہر موجود ہوتا ہے جس کے افضل لوگ اس جوہر کے لیے ترستے ہیں اس کی مثال سیدنا اویس رضی اللہ عنہ ہیں جن کی ملاقات کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جلیل الشان یاروں کو بھیجا۔

حضرت بلالؓ حضرت مولانا رومؒ

آں بلالؓ صدق در بانگ نماز
حی را ہی خواند از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

اے نبی واے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کردگار
یک موذن کہ بود افصح بیار

عیب باشد اوّل دین وصلاح
لحن خواندن حیّ علی الفلاح

خشم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بجوشید وبگفت
یک دو رمزے از عنایات نہفت

کاے خساں نزد خدا ہی بلال رضی اللہ عنہ
بہتر از صد حیّ حیّ و قیل و قال

وامشورانید تامن رازتاں
وانگویم زاخر وآغازتاں

گر نداری تو دم خوش در دعا
رو دعا می خواہ از اخوان صفا

ترجمہ:۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ صادق ہستی تھے جو اذان دیتے ہوئے لفظ "حیّ" کی ادائیگی لفظ "ہیّ" سے کر کے اظہار عجز کرتے لیکن منافقوں نے اعتراض کیا کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ درست نہیں کہ اسلام کے آغاز ہی میں اتنی بڑی غلطی کی جائے اس لئے ایک ایسا فصیح موذن لائیں جو لفظوں کی صحیح ادائیگی کی اہلیت رکھتا ہو۔ دین اور نیکی کے کاموں کے آغاز کے وقت حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب بنے گا۔ اس پہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جلال میں آتے ہوئے فرمایا،

"اللہ تعالےٰ کے نزدیک بلال (رضی اللہ عنہ) کا "ہیّ"، شور و غل کے سینکڑوں حیّ اور حیّ کے صحیح تلفظ سے بہتر ہے مجھے غصّہ نہ دلاؤ ورنہ میں تمہارے رازوں کو اوّل تا آخر بیان کر دوں گا اگر تم دعا میں اچھا دم نہیں رکھتے ہو تو جا کر اہلِ صفا سے دعا کے طالب ہو۔

حضرت بلالؓ انگریز مصنف کی نظر میں

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور وہ صحابہ جو عظیم الشان سپہ سالار اور جلیل القدر فرمانروا بنے۔ ان کے حالات کے متعلق متعدد یورپی زبانوں میں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن وہ صحابی جنہوں نے عام سیاست میں حصّہ نہیں لیا اور جنہیں ملکی امور کے لیے کسی عہدہ پہ فائز نہیں کیا گیا۔ ان کے متعلق بہت کم مواد ملتا ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شمار موخر الذکر صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت بلالؓ پر چند یورپیوں نے قلم اٹھایا ہے ان میں ایک مشہور ادیب لیفکاڈیو ہیرن (LAFCADIA HEARN) بھی شامل ہے جس نے انگریزی زبان میں ایک مقالہ آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے اس شخص نے کچھ امریکی نیوز پیپروں میں کام کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ ہند چینی میں قیام کر کے مستقل طور پر جاپان میں سکونت پذیر ہو گیا۔

اسی ہیرن نے اپنے مقالہ کا آغاز ایک انگریز شاعر ایڈون آرنلڈ (EDWIN ARNOLD) کے چند اشعار سے کیا ہے جن میں وہ رب العزت کو مخاطب کر کے کہتا ہے

"اگر کوئی دن ایسا بھی آجائے جب یہ دنیا تیرے عبادت گزاروں سے خالی ہو جائے اور روئے زمین کے کسی گوشے سے بھی تیری حمد و ثناء بلند کرنے والوں کی آواز سنائی نہ دے، تب بھی اس کارخانۂ عالم میں ہر سو تیری نشانیاں جلوہ گر رہیں گی اور زمین کا چپہ چپہ تیرے وجود کی گواہی دیتا رہے گا۔ آسمان کے تمام سیارے جو رات دن گردش میں لگے رہتے ہیں اور تمام تارے جن کی ضو فشانی سے عالم بقعہ نور بنا رہتا ہے یہ تیرے درویش ہیں جو محفل ذکر میں تیرے عرش تاباں کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں"

ان اشعار کو درج کرنے کے بعد ہیرن لکھتا ہے

بلاد اسلامیہ میں سفر کرتے ہوئے اگر کسی مغربی سیاح کو بلند و بالا میناروں والی کسی مسجد کے قرب و جوار میں رات گزارنے کا اتفاق ہو تو وہ صبح سویرے جب ساری فضا پر کامل سکوت چھایا ہوا ہوتا

ہے اسے ایک کیف آور اور دلکش آواز سنائی دے گی جس کا ایک ایک لفظ اپنے زیر و بم کے ساتھ اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے گا اور وہ ندا بلند کرنے والے کے سحر انگیز ترنم سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ یہ وہ آواز ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو خدائے واحد کی عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے یہ ندا صرف طلوع آفتاب سے قبل فجر کی سحر آگیں فضا ہی میں بلند نہیں ہوتی بلکہ اگلے روز صبح کے نمودار ہونے تک مزید چار مرتبہ سیاح کے کانوں کو یہ خوشگوار نغمہ سنائی دیتا ہے ایک مرتبہ تابناک دوپہر کے وقت جب ساری فضا سورج کی تند و تیز اور روشن شعاعوں سے منور ہو رہی ہوتی ہے دوسری مرتبہ غروب آفتاب سے کچھ عرصہ قبل جب سورج کی قرمزی شعاعوں سے مغرب کی فضا جگمگا رہی ہوتی ہے تیسری مرتبہ غروب آفتاب کے معاً بعد جب شفق کی سرخی سے فضا لالہ زار بنی ہوئی ہوتی ہے اور آخری مرتبہ اس وقت جب ہر طرف رنگ و نور کا سیلاب بہہ رہا ہوتا ہے اور بجلی کے ہزاروں رنگ برنگے قمقموں کی روشنی مسجدوں کے بلند و بالا میناروں اور بنفشی گنبدوں پر پڑ کر ان کے حسن کو دوبالا کر رہی ہوتی ہے رات کے آخری حصے میں اذان کی جو ندا اسے سنائی دے گی اس میں بعض نئے الفاظ بھی شامل ہوں گے۔ جن کے متعلق اگر وہ اپنے ترجمان سے دریافت کرے گا تو اسے یقیناً وہی جواب ملے گا جو جیرارڈی نرخال کے ترجمان نے اسے دیا تھا یعنی یہ شخص کہہ رہا ہے،

"اے خواب غفلت میں سونے والو! اس حیّ و قیوم خدا کی عبادت کی خاطر بیدار ہو جاؤ جو کبھی نہیں سوتا۔"

اگر ترجمان کو تاریخ اسلام کے متعلق کچھ بھی واقفیت ہوگی تو وہ سیاح کو بتلائے گا کہ یہ آواز سب سے پہلے صحرائے عرب میں ایک حبشی غلام بلالؓ بن رباح نے بلند کی تھی جیسے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم خاص ہونے کا شرف حاصل تھا اور انہوں نے اس کام کے لیئے ہزاروں لوگوں کو چھوڑ کر صرف اسی غلام کو مخصوص کیا تھا یہ غلام دمشق کی خاک میں آرام فرما ہے اور آج بھی اس کا مزار زیارت گاہ خاص و عام اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

جیرارڈی نرخال ایک فرانسیسی سیاح ہے یہ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ بلاد مشرق میں جس وقت میں نے پہلی بار مؤذن کی سریلی اور رسیلی آواز سنی تو مجھ پر وجد اور سرور کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔

حضرت بلالؓ علامہ اقبال کی نظر میں

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے - اہل قلم میں جس ...
جولانگہ سکندر رومی تھا ایشیا - گردوں سے بلند ترا کا مقام
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے - دعویٰ کیا جو پورس۔
دنیا کے اس شہنشاہ انجم سپاہ کو - حیرت سے دیکھتا فلک
آج ایشیا میں اسکو کوئی جانتا نہیں
تاریخ داں بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال وہ حبشی زادہ حقیر۔ فطرت تھی جس کا امین ازل سے ہوا سینہ بلال۔ محکوم ہوتا ہے جس سے ۱؎ دو احمر میں اختلاط کرتی ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز۔ اقبال کس۔

(سیدنا بلال)

کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدّر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی اسی لیے تیرے غم کدے کی آبادی۔
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورت سلماں ادا شناس تیری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تیری

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
تیرے لئے تو یہ صحرا نے نور تھا گویا

تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دے تو نپید و دے نیا سائید

تابش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

(اقبال)

مؤذن اعظم

(آغا صادق)

مشک و عنبر کی آبرو کیا ہے
آب حیواں کی جستجو کیا ہے

کیوں حرم کو غلاف پہناؤں
سنگ اسود کی کیوں قسم کھاؤں

دل بلاؤں سے پائمال ہو کیوں
آرزوئے شب وصال ہو کیوں

دل میں لیلےٰ سما نہیں سکتی
مجھ کو مجنوں بنا نہیں سکتی

خال مشکیں پہ کیوں مٹا جاؤں
دام گیسو میں کس لئے آؤں

ذکر پاک بلال کیوں نہ کروں
راہ الفت میں کیوں قدم نہ دھروں

شوق کا جب وفور ہوتا ہے
ظلمتوں میں بھی نور ہوتا ہے

بارشیں مجھ پہ ہیں نگاہوں کی
جاگ اٹھیں قسمتیں گناہوں کی

کیوں نہ آنکھوں میں نور آجائے
کیوں نہ دل میں سرور آجائے

کشورِ حسن و عشق کی حد ہوں عاشق عاشقِ محمدؐ ہوں
وہ بہارِ حدیقۂ نبوی وہ فروغِ چراغِ مصطفوی
نسخۂ عشق کا وہ پہلا باب سازِ وحدت پہ لرزشِ مضراب
چاکِ تھا جس کا بے نیاز رفو ماسوا سوز جس کا نعرہ ہُو
خیلِ باطل کے وہ ستم سہنا جوشِ حق میں اَحَد اَحَد کہنا
رازِ توحید کا امیں تھا جو خاتمِ عشق کا نگیں تھا، جو
جس کو مشت مے الست کہیں حرفِ رنداں میں مے پرست کہیں
چاشنی خوردہ زلالِ وصال بندہ پاکباز، ہاں وہ بلالؓ
رنگ اس کا تھا گر سیاہ تو کیا تھا وہ اک فردِ ملتِ بیضا
اُس کے دل میں تھا نورِ ایمانی سجدہ افروز اُس کی پیشانی
حجتِ حق کا اک گواہ تھا وہ زمزمہ سنجِ لا اِلٰہ تھا وہ
اُس کا نغمہ تھا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ امتیازات کا الٰہ میں گم
گورے کالے کی کچھ تمیز نہیں رنگ اور نسل کوئی چیز نہیں
مشرق و مغرب و جنوب و شمال چھا گیا سب کے دل پہ ایک خیال
کثرتیں مٹ کے رہ گئیں وحدت مل کے قومیتیں بنی ملّت
کوئی رومی یہاں نہ ہے شامی صِبْغَةَ اللّٰهِ رنگ اسلامی

شمعِ توحید کے پروانوں میں تھے ایک بلالؓ

چرخِ بطحا پہ جو وہ مہرِ رسالت نکلا آ کے فاران کی چوٹی پہ ہوا جلوہ فگن
کفر و الحاد کی ظلمت ہوئی اک دم کافور جگمگانے لگے انوار سے دشت اور دمن
نورِ ایمان سے منور ہوئے اکثر اشخاص اور اسلام پہ قربان کیا دین کہن

شمع توحید کے پروانوں میں تھی ایک بلالؓ — تھے وہاں جن کی نہ ماں باپ نہ بھائی نہ بہن
خدمت شاہ دو عالم میں کہا یہ آکر — جان و دل آپ پہ ہو میرا فدا شاہ زمن
ان کے آقا کو جو معلوم ہوا یہ قصہ — پڑ گئے جوش غضب سے وہیں ابرو پہ شکن
حکم بھیجا کہ ابھی لاؤ بلا کر اس کو — تاکہ معلوم ہو صحیح ہے یا غلط ہے یہ سخن
آکے بتلایا کہ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں — نور توحید مرے سینہ میں ہے جلوہ فگن
سن کے یہ بات غضبناک ہوا وہ ملعون — گھر سے منگوائے ستمگار نے زنجیر و رسن
دست و پا باندھ کے اور پشت کو عریاں کر کے — اپنے خادم کو دیا حکم کہ ہاں! دُرّہ بزن
خون تھا پشت سے جاری تو زباں سے نکلا — الاماں کہنے لگا دیکھ کے یہ چرخ کہن
کر کے یوں وقف ستم ان کو جفا جو نے کہا — جان کا اپنی تو کیوں اسطرح ہوا ہے دشمن
زندگی تیری ہے انکار نبی پر موقوف — ورنہ خنجر ہے میرا اور یہ تیری گردن
مرحبا باد بریں ہمت مردانہ بلال — تھا جبیں پر ترے بل اور نہ ابرو پہ شکن
ہنس کر فرمایا۔ نہیں خوف مجھے مرنے کا — موت اس طور سے آجائے تو ہے امر حسن
تازیانہ کی ترے مجھکو نہیں ہے پرواہ — بے حقیقت ہے مرے آگے ترے طوق و رسن
اب تو ممکن نہیں اسلام سے پھر جاؤں میں — کاٹ دے میری زباں چاہے اڑا دے گردن
میرا رہبر ہے مرا گیسوؤں والا آقا — جس کے جلوہ سے لگی دل کو مرے حق کی لگن
جب ابوبکر کو معلوم ہوا یہ قصہ — پہلے سمجھایا ستمگار کو بآئین حسن
جب نہ باز آیا وہ بدبخت تو قیمت دیکر — دست و پا کھول دیے کاٹ کے زنجیر و رسن

اپنی ہستی کو محمدؐ پہ فدا کر عاصم
تاکہ مل جائے تجھے جنت ماوٰی کا چمن

سقفِ کعبہ کے مؤذّن جاں نثارِ دین بلالؓ

سقف کعبہ کے موذن جاں نثار دیں بلالؓ
گلشن اسلام کے سرمایہ تزئین بلالؓ

فخر ہے تجھ کو غلامی پر شہ کونین کی
ناز فرما تجھ پہ حق کا جذبہ تحسین بلالؓ

غم کے ہنگاموں میں لب پر مسکراہٹ رہی
اللہ اللہ تیری شان جراُت و تمکیں بلالؓ

ہو گئی تیری وفاداری کے ذکر پاک سے
ہمت و ایثار کی روداد سب رنگیں بلالؓ

ہجر سلطان امم میں غمزدوں کے واسطے
نام تیرا بن گیا ہے باعث تسکیں بلالؓ

ہاتھ جب اٹھے ترے پیش خدا بہر دعا
خود لب رحمت پہ جھوما النغمہ آمیں بلالؓ

جس سے تا محشر رہے گی نظم ملت کی بقا
تو مرتب کر گیا وہ عشق کا آئیں بلالؓ

جو ترے نام مبارک کا وسیلہ ڈھونڈھے
ہو نہیں سکتا ہے دل اس کا کبھی غمگیں بلالؓ

ہے ترا ہم رنگ کعبہ کا غلاف محترم
عارض پر نور ہے تیرا سحر آگیں بلالؓ

بے گھری پر جس کی نازاں قصر رضواں کی فضا
تو ہے گلزار نبوت کا وہی شاہیں بلالؓ

قلب بوبکر و عمر عثمان و حیدر کی قسم
تو ہے انور کے لیے روح حیات دین بلالؓ

ازالہ اوہام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دوسرے حبشیوں کی طرح شین کے بجائے سین بولتے تھے داعی السماء صفحہ ۹۲ میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد زعم بعضھم انہ کان ینطق السین شینا
علی عادۃ اسود فنفی الثقات ھذا الزعم واکد نفیھم
انہ کان یقیم الاذان وفیہ العین والصاد۔

تائید اس کی تائید آپ کے بچپنے کی نشو ونما سے بھی ہوتی ہے جب کہ آپ بنی جمح قریش کے مشہور قبیلہ میں ہوئی اور یہ قبیلہ فصحائے عرب میں شمار ہوتا ہے۔ اور بچوں کی تربیت پرورش جس قبیلہ میں ہو وہ عموماً انہیں کے اطوار و اخلاق پر ہوتا ہے اسی سے صاحب دامی السماء نے لکھا ہے کہ قبیلہ جمح کو بت پرست قبائل سے بغض وعداوت تھی اسی لیے وہ بت پرستی نہیں کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہی کے اتباع میں بت پرستوں سے ابتداً متنفر تھے۔

حضرت امام سخاوی رضی اللہ عنہ المقاصد الحسنہ میں امام موصوف رحمہ اللہ

حدیث :۔ سین بلال عند اللہ شین قال ابن کثیر انہ لیس لہ اصل۔ یعنی حدیث سین بلال عند اللہ شین ہے ابن کثیر نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ و لا یصح۔ اور یہ حدیث صحیح نہیں ایسے ہی المزی سے منقول ہے اگرچہ الموفق بن قدامہ نے اسے مغنی میں روایت کیا ہے لیکن معتمد علیہ قول اوّل ہے

دوسرا وہم بعض لوگ شین کو سین پڑھنے کا موجب یہ بتایا کہ امیہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایذائیں پہونچائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ ان کی زبان پر بھی میخیں گاڑی گئیں جس کی وجہ سے زبان سے شین صحیح نہیں نکل سکتا تھا۔ اس کے متعلق علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتخاب نبوی تھا اور جتنا لوگ آپ کی توصیف لکھتے ہیں سب یہی کہتے ہیں کہ،

بانہ لای الصوت حسنہ فصیحہ، بیشک وہ بلند آواز اور حُسن وفصاحت کے پیکر تھے۔ لو کانت فیہ لثغتہ لتوفرت الدواعی علی نقلہا ولعابہا اہل النفاق والضلال المجتہدین فی التنقص لاہل الاسلام۔ اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت ہوتی تو نقل کرنے کی وفرت ہوتی ہے خصوصاً منافقین اور گمراہ لوگ خوب اچھالتے کیونکہ وہ تو اہل اسلام کی تنقید کے ہر وقت در پے تھے۔ (المقاصد الحسنہ ص۲۴۷)

بلال کے آخری ایام

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے لیے وہم تک نہ تھا کہ آپ مدینہ شریف کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں گے لیکن خمیر کا تقاضا یونہی تھا کہ آپ کا قیام دمشق میں ہو چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت افسردہ اور غمگین رہنے لگے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جمعۃ المبارک کے روز منبر پر جلوہ افروز تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کیا آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے امیہ کی غلامی سے اسی لیے رہائی دلائی تھی کہ جہاد سے روک رکھیں۔ جہاد افضل ترین عمل ہے مجھے شرکت کی اجازت دی جائے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا،

" اے بلال (رضی اللہ عنہ) یہ بات نہیں بلکہ میری زندگی کی شام ہو چکی۔

بڑھاپے کے آثار نمودار ہو گئے اور میری اجل کے دن قریب آ گئے تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جا۔ مجھ سے تیری جدائی برداشت نہ ہو گی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس محبت بھرے فرمان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مزید اصرار نہ کیا۔

سکونت شام

سنہ ۱۳ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے ساتھ شام کی سمت روانہ ہو گئے۔ چار سالہ جہاد کے بعد سنہ ۱۶ھ میں شام فتح ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ مجھے یہیں مستقل سکونت کی اجازت دی جائے اور میرے اسلامی بھائی ابورویحہ رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ سے میرے پاس بھیج دیا جائے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کو بھی دمشق جانے کی اجازت مرحمت فرما دی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر سے رخصت ہوئے اور دمشق کے قصبہ خولان میں جا کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہیں انھیں کچھ زرعی زمین بھی مل گئی اور دونوں بھائی کھیتی باڑی میں دلچسپی لینے لگے۔ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ کی رقم بھی انھیں برابر ملتی رہی۔

رفاقت ابودرداء

انھی دنوں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا خاندان بھی یہاں آ کر آباد ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاں اپنے اور اپنے اسلامی بھائی حضرت

ابو رویحہ رضی اللہ عنہ کے لیے شادی کا پیغام بھیجا اور انھوں نے اپنی دو لڑکیاں دونوں بھائیوں کے نکاح میں دے دیں۔

سکونت حلب

سنہ ۱۶ھ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب رضوان اللہ اجمعین کی ملک شام تشریف آوری کی خبر سنی (ملک شام جس کا دارالخلافہ دمشق ہے پہلے دمشق کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے نکل کر دمشق اور ملک شام کے شہر حلب میں سکونت اختیار کرنے کی جو دو مختلف روایات ملتی ہیں ان میں عین ممکن ہے کہ جہاں لفظ دمشق استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد ملک شام ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ حلب ہی میں تشریف لے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے دمشق کے بعد حلب تشریف لے گئے ہوں پھر جب حلب سے مدینہ طیبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پر گئے۔ واپسی پر دوبارہ دمشق آ گئے ہوں۔

فائدہ یہ اس لئے ہم نے لکھا ہے کہ حضرت بلال کی سکونت حلب میں بھی بتائی جاتی ہے حالانکہ اکثر روایات دمشق میں اور مزار مبارک بھی دمشق میں ہے۔

ملاقات یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بیت المقدس کی فتح کے موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ صحابہ مجاہدین سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور جابیہ کے مقام پر ملاقات ہوئی۔ پھر آپ بیت المقدس

تک ان کے ساتھ رہے۔ اس قافلے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی موجودگی سے سب کے دلوں میں ایک خواہش پیدا ہوئی مگر وہ جانتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد اذان نہیں دی اور اگر اس عاشق زار کو اذان کے لیے کہا گیا تو یہ فراق محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مزید تڑپنے لگیں گے۔ آخر کار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان سنانے کی فرمائش کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ بوجھل دل کے ساتھ اٹھے اور اذان کہنا شروع کی۔

یہ مغرب کا وقت تھا۔ ڈوبتے سورج کی آخری کرنیں نظر آ رہی تھیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صدائے توحید فضا میں بلند ہوئی جوں جوں اذان آگے بڑھتی گئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور دیگر مسلمان جو وہاں اس وقت موجود تھے نورانی کیف کے آغوش میں جذب ہوتے گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام سامعین زار و قطار رونے لگے۔ سب کو اذان بلال رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت یاد دلا یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روتے روتے ہچکی لگ گئی ایسے ہی چند دیگر صحابہ بھی، تفصیل فقیر کی تصنیف اذان بلال میں دیکھیے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں اپنے عظیم ساتھیوں سے ملاقات کے بعد پھر دمشق تشریف لے آئے اور یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی کے اداس دن گزارنے لگے۔

خواب میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | اس خواب کے مختلف روایات

ہیں۔ تفصیل فقیر نے "شہد سے میٹھا محمد نام" میں لکھی یہاں عرض کرتا ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ظاہری وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی دیگر عشاق کی طرح بڑا اثر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتا دو۔ پھر آپ اسی غم ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے (دیگر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر مدینہ شریف ہی میں رہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حلب تشریف لے گئے۔ ایک عرصہ کے بعد آپ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خواب دیکھ کر لبیک یا سیدی (اے آقا غلام حاضر ہے) کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ پہلے سیدھے مسجد نبوی شریف پہنچے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تو حجروں میں تلاش کیا۔ جب وہاں بھی نہ ملے تو مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال (رضی اللہ عنہ) زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ پردہ میں چھپ گئے" یہ کہہ کر آپ بے خود ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ کافی دیر میں جب کچھ طبیعت سنبھلی تو لوگ آپ کو باہر اٹھا کر لائے۔ اس دوران بلال

(رضی اللہ عنہ) کی مدینہ تشریف میں آمد کی خبر سارے شہر مدینہ میں پھیل چکی تھی بے شمار لوگ اکٹھے ہو گئے اور موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان سننے کی درخواست کرنے لگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں اذان دیتا تھا تو جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا اب بتاؤ کہ کسے دیکھوں گا۔ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ معذرت ہی کرتے رہے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کسی کا کہنا نہیں مانیں گے کسی کو بھیج کر حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا جائے۔ اگر شہزادے اذان کی فرمائش کریں گے تو بلال رضی اللہ عنہ ضرور مان جائیں گے چنانچہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے چچا جان! آج ہمیں بھی وہی اذان سنا دو جو نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود اٹھا کر فرمایا۔ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہو۔ لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہنا شروع کی۔ اللہ اکبر۔ مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدمہ کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال فرماتے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا۔

آج عرصہ بعد اذان بلال (رضی اللہ عنہ) کی آواز سن کر مدینہ منورہ کے بازار گلی کوچوں سے لوگ مسجد میں جمع ہوئے ہر ایک گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں روتی رہیں بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ بلال رضی اللہ عنہ موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آ گئے مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کب تشریف لائیں گے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اشہد ان محمداً رسول اللہ منہ مبارک سے نکالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آ کر اٹھے اور روتے ہوئے ملک شام چلے گئے (مدارج النبوۃ)

مولانا شہید امام مرحوم نے یہاں فوت ہونے کو لکھا وہ صحیح نہیں فقیر نے اس کی توجیہ دوسری جگہ کر دی ہے

۲۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے ان کی زبان پر ذکر الٰہی جاری تھا خدا کا ذکر، قرآن کی تلاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا گو وہ مدینہ منورہ سے دور تھے لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رگ رگ میں لبسی ہوئی تھی۔ سراپائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کانوں میں گونجتی رہتی تھیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عنایات، الطاف و کرم، بخشش و عطا کو یاد کر کے ہمیشہ روتے تھے ایک روز جب آپ رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں

آنسو بہاتے ہوئے سو گئے تھے۔ خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔

کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو۔ اسی وقت نیند سے بیدار ہو گئے اور بے اختیار رونے لگے۔ ان کے رونے کی آواز سن کر ان کی زوجہ گھبرا گئیں اور پوچھا۔ آپ اتنی رات گئے نیند سے بیدار ہو کر کیوں رو رہے ہیں، فرمایا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور غلام کو یاد فرمایا ہے۔ اے کاش مجھے پر لگ جاتے اور میں پرواز کرتا ہوا دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتا"

آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا "رات کا کچھ حصہ باقی ہے تھوڑی دیر آرام کیجیے صبح ہوتے ہی چلے جائیے گا۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہے۔ حضرت بلال ؓ نے رات کا باقی حصہ کروٹیں بدلتے ہوئے گزارا اور نماز فجر کے بعد شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

دیار حبیب قریب آ رہا تھا روضہ مبارک نظر آ رہا تھا۔ آپ بے اختیار روضہ اطہر کی طرف جا نکلے وہاں کی مٹی سونگھی، خاک شفا چہرہ مبارک پر ملی اور بے اختیار رونے لگے اور ہدیہ و نذرانہ صلوۃ و سلام پیش کیا۔

مزار کا بوسہ | علامہ سمہودی رحمۃ اللہ وفا الوفا ص ۱۳۵۶ ج ۴ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حاضری کا منظر یوں بیان کرتے ہیں۔

فاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعل

پیکی عندہ و یبرغ وجہلہ علیہ۔

قبر انور پر حاضر ہو کر روتے تھے اور چہرہ قبر انور پر ملتے تھے۔

فائدہ:۔ اس طرح کا قصہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جنہیں مروان نے روکا تو مروان کو جواب دیا۔

انی لم آت الحجر و انما جئت رسول اللہ (خلاصۃ الوفا)

میں پتھروں کے ہاں نہیں آیا میں تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف محبوب مدینہ میں ہے۔

(مسئلہ): اس سے بعض فقہا نے قبر کا بوسہ جائز ثابت کیا ہے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "تقبیل القبور"

بلال کی آمد کا شہرہ

مدینہ شریف میں شور بلند ہوا۔ بلال (رضی اللہ عنہ) آ گئے ... بلال رضی اللہ عنہ شام سے آ گئے۔ اس آواز کو سننا تھا کہ لوگ دوڑے چلے آئے۔

سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت عثمان، سیدنا حضرت ابوذر، سیدنا حضرت عمار، سیدنا حضرت زبیر سیدنا حضرت طلحہ، سیدنا حضرت عبد الرحمن بن عوف، سیدنا حضرت سلمان، سیدنا حضرت حذیفہ بن یمان رضوان اللہ اجمعین بھی دیگر اہل مدینہ کے ہمراہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملنے چلے آئے سب مصافحہ کر رہے تھے اور انھیں دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن و حضرت حسین

رضی اللہ عنہما کو سینے سے لگا کر پیار کیا اور ان کی پیشانی پہ بوسہ دیا ہر ایک کے دل کی تمنا تھی کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی کے گھر مہمان رہیں۔ لیکن وہ تو رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہ آئے تھے خاندان نبوت کے مہمان تھے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی اور اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار، حبیب خاص، نجیب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کا کلمہ، رسالت کا ترانہ، ہم آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے سننا چاہتے ہیں ہماری خواہش پوری کیجیے اور ہمارے دلوں کو شاد کیجیے۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مغموم روح کانپ اٹھی کہ وہ اس بات کا عہد کر چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد اذان نہیں دیں گے لیکن سرداران جنت رضی اللہ عنہ کی فرمائش کو رد نہ کر سکے اور اہل مدینہ کو اذان بلالی ایک بار پھر سننے کا شرف حاصل ہوا۔

اگلے روز صبح وضو فرمانے کے بعد آپ مسجد نبوی شریف میں تشریف لے گئے مغنی توحید نے مضراب توحید کو چھیڑا۔ گلشن اسلام کی بلبل خوش نوا نغمہ سنج ہوئی۔ نغمہ فضا میں بلند ہوا۔ گیت کی آواز سنائی دی۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نغمہ توحید سنا رہے تھے ان کی روح خدا کی حمد کے گیت گا رہی تھی۔ ان پہ جذب و شوق، وارفتگی و

شیفتگی کی کیفیت طاری تھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے دلوں کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ روحیں بے قرار ہو گئیں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بے اختیار نغمہ توحید سننے چلے آتے۔ امہات المومنین کے آنچل آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

جب عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "اشہد ان محمد رسول اللہ" کا نعرہ بلند کیا تو ضبط کے بند ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کے دھارے بہہ نکلے۔ دلوں سے دبی ہوئی چیخیں نکلیں۔ زمانہ رسالت کی یاد تازہ ہو گئی اور دلوں کو بے چین و بے قرار کر گئی۔ مرد روتے ہوئے مسجد کی جانب چل پڑے۔ عورتیں پردہ میں زار و قطار رو رہی تھیں۔ بچے ماؤں کی گود میں مچلنے لگے سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دل کو تھامے نماز کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چند روز مدینہ شریف میں قیام کیا مسجد نبوی شریف میں نمازیں ادا فرماتے رہے۔ شہدائے اُحد سے ملاقات کے لیے احد کے گنج شہیداں گئے اور اپنے رفقاء کو سلام کیا۔ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں کے خوش نصیب مکینوں کو ہدیہ سلام پیش کیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ کے لیے دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو رہے تھے۔ آخری مرتبہ روضہ نبوی پر

حاضری دی۔ بارگاہ نبوت میں ہدیہ سلام پیش کیا۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں سلام عرض کیا حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لپٹا کر پیار کیا۔ انھیں دعائیں دیں اور ان سے دعائیں لیں۔ اپنے تمام ساتھی اور رفقاء سے باری باری گلے ملے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور شام روانہ ہو گئے (وفاء الوفا ص ۱۳۵۷ ج ۴۔

فائدہ:۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ مزارات کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے۔

ازالہ وہم صاحب القاموس سفر مدینہ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت سے زیارت روضہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ استدلال کرنے کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے "درست نہیں" یہ فقط خواب کا واقعہ ہی نہیں بلکہ یہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جو کہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی موجودگی میں رونما ہوا اور ان پر یہ بات مخفی بھی نہ تھی لہذا یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دور صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں روضہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاضری کی سعادت حاصل کی اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کرنے کے لیے سفر کیا۔ علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے بھی وفاء الوفا میں یہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔

سب سے پہلا جنتی ایک مرتبہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بلال رضی اللہ عنہ! جنت میں سب سے پہلے داخل ہو گا صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے؟ فرمایا، ہاں مجھ سے پہلے ہی جس ناقہ پر سوار ہوں گا اس کی مہار بلال (رضی اللہ عنہ) نے تھام رکھی ہو گی۔ اس طرح وہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت بلال و ابو موسیٰ اشعری کو جیتے جی عطیہ جنت

مالک جنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو یاروں کو جیتے جی جنت عطا فرما دی، مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقام جعرانہ پر میں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا اس کو پورا کیوں نہیں کرتے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کو بشارت ہو" اس نے کہا۔ بشارت تو مجھ کو بہت دفعہ سنا چکے (کچھ مال دلوایئے)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر جلال میں آتے ہوئے میری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اس نے بشارت کو قبول نہیں کیا تم قبول کر لو۔

ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے قبول کر لیا"

اس کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر اس میں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور پھر اس میں کلی فرمائی اور فرمایا، تم دونوں اس میں سے پی لو اور اپنے چہروں اور حلق پر چھڑک لو اور بشارت حاصل کر لو۔

ہم دونوں نے پیالہ لے لیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے پردہ کے اندر سے پکارا، اپنی ماں کے لیے کچھ پانی چھوڑ دینا" ہم نے کچھ پانی برتن میں چھوڑ دیا۔

فائدہ :۔ ثابت ہوا کہ جنت حضور علیہ السلام کے قبضہ میں ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں نیز اس سے تبرک کی اہمیت بھی معلوم ہوئی۔

ممتاز بلال رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ پر پہنچے اور دیکھا کہ ان کے پاس چھواروں کا ایک ڈھیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال یہ کیا ہے" انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو آئندہ کے لیے ذخیرہ بنایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال (رضی اللہ عنہ) کیا تمھیں اس کا ڈر نہیں کہ کل بروز قیامت آتش دوزخ میں تم اس کی تپش اور شورش دیکھو۔ اے بلال (رضی اللہ عنہ خدا کی راہ میں) خرچ کرو اور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو۔

(فائدہ) (۲) ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اچھی اور خوش

ذائقہ کھجوریں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے دریافت فرمایا، "بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کہاں سے آئیں۔
عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس جو کھجوریں تھیں وہ نہایت خراب قسم کی تھیں۔ اس لیے میں دو صاع دے کر ایک صاع اچھی کھجوریں حاصل کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایسا نہ کیا کرو یہ تو سود ہے اگر تمھیں خریدنا ہی تھا پہلے اپنی کھجوریں فروخت کرتے پھر اس کی قیمت سے ان کو خرید لیتے (بخاری)
(فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ حرام امر و دیگر غلط طریقوں سے بچنے کے لیے جائز طریقہ سے حیلہ کرنا جائز ہے۔ تفصیل دیکھیے فقیر کا رسالہ (الاقساط فی حیلۃ الاسقاط)
۳۔ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) فقیر اور مسکین کی طرح دنیا سے رخصت ہونا اور مالدار کی حیثیت سے دنیا سے اٹھائے جانے کی تمنا نہ کرنا۔
(فائدہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں بلکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے کہ" اے اللہ! زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما اور میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرما۔ اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امتیوں کو بھی یہ

وصیت فرمادی کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کریں۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کریں نہ کہ اپنے لیے دنیا کا مال و دولت جمع کرنے لگ جائیں۔

وصال

حضرت بلال رضی اللہ عنہ دسنہ ۲۰ھ میں بعمر تریسٹھ سال) کی وفات دمشق میں ہوئی۔ اور باب الصغیر قبرستان میں دفن ہوئے۔ (اسد الغابہ) حدیث شریف میں ہے کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اس کے مصداق حضرت بلال بھی ہیں۔

سے ملاقات کا سبب سمجھتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو زوجہ محترمہ ان کے قریب موجود تھیں جو زار و قطار رو رہی تھیں اور جب انھوں نے کہا، "واحزنا" یعنی ہائے کیسا غم ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا "وافرحا" یعنی کتنی خوشی کی بات ہے، جب وہ روتے ہوئے غم کا اظہار کرتیں آپ رضی اللہ عنہ جواباً مسرت و خوشی کا اظہار فرماتے کہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ کل میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے جا ملوں گا اور جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ دوسرے ہی روز وصال فرمایا اور دمشق کے مشہور قبرستان باب الصغیر میں مدفون ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا، آج ہمارا سردار فوت ہوگیا۔

فقیر اویسی غفرلہ نے بھی الحمد للہ ۱۴۱۸ھ میں دمشق میں واقع

"باب الصغیر" قبرستان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی قبر انور پر بہترین گنبد ہے اور قبر انور ایک کمرے کے اندر موجود ہے جس کے اندر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے پہلو میں حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے جو لمبائی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر انور سے کافی چھوٹی ہے مزار مبارک کی چار دیواری کے بالکل ساتھ حضرت بی بی سکینہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہے جب کہ اسی قبرستان میں دیگر صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ اجمعین کے مزارات بھی ہیں۔

مزارِ بلال رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک آج بھی مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ مزار پر انوار پر خاموش اور پر سکون ماحول ہے آج بھی عشاق عشق کا سبق پڑھنے بارگاہ بلالی (رضی اللہ عنہ) میں حاضر ہوتے ہیں آنسوؤں کا نذرانہ اور فاتحہ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

مزار بلال کی برکات ۱۔ کتاب الزیارات برائے شام میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر انور استجابۃ الدعوات کا مرکز ہے۔

۲۔ سیدنا محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے مزار بلال میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارہا آتے جاتے دیکھا (رسالہ حبل قاسیون و رجال اربعون)

۳۔ حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا خواب

اولا اولیاء حضرت داتا گنج بخش

علی بن عثمان ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ تعالٰی تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار شام میں حضرت بلال مؤذنِ رسول اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سرہانے سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں پایا۔ اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک بزرگ معمر کو اپنے پہلو میں اس طرح لے رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں۔

میں فرط محبت سے دوڑا اور حضور کے پائے اقدس کو چومنے لگا اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ معمر شخص حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے محبوب کیوں ہیں معاً حضور میرے تعجب کو نور نبوت سے بھانپ گئے مجھے فرمانے لگے۔ یہ تیرا اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔

پرسکون ماحول

فقیر مع رفقاء ۱۷۱۸ھ جب مزار بلال پر حاضر ہوا تو قلبی سکون کا یہ حال تھا کہ مزار سے باہر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا ظہر کی نماز باجماعت مزار کے اندر ادا کی۔ اس کے بعد بھی کئی بار حاضری نصیب ہوئی۔

کرامت مزار بلال

۱۹۶۵ء میں ہند و پاکستان کی جنگ میں نبی علیہ السلام اور اولیاء آئمہ کی غیبی امداد کے عجیب و غریب کرشمے سننے گئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ایک مجاور نے کہا کہ جس دن رات کو

پاکستان پر حملہ ہوا ہے۔ گنبد کے اندر سے "حیّ علی الجہاد" کی آواز سنائی دے رہی تھی (یعنی جہاد کی طرف آؤ) توی دلیر گوجرانوالہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء / بحوالہ پروفیسر بشیر واسطی سیاح ممالک اسلامیہ

(فائدہ) یہ صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کی آواز نہیں بلکہ اس دوران گنبد خضراء سے لے کر بکثرت مزارات سے اس قسم کی آواز سنائی دیتی۔

رسالہ بینیٹھ ۶۵ کا ستمبر اور امداد پیغمبر میں فقیر نے تصریحات جمع کر دی ہیں۔

دمشق میں دو بلال یا شامی ابدال

حسن نظامی نے لکھا ہے کہ جولائی

۱۹۱۱ء کا ذکر ہے راقم فقیر دمشق کے دار السرور ہوٹل میں بیٹھا اپنے حجازی اخبار نویس سے باتیں کر رہا تھا جنہوں نے مکہ معظمہ میں اعجاز نامی اخبار جاری کیا تھا۔ اثنائے گفتگو میں حجازی دوست نے کہا۔ جناب اخبار نویسی نئے زمانہ کا ہتھیار ہے۔ ہم اس پر جتنا چاہیں فخر کریں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ہم اُن دلوں کو فتح کر سکتے ہیں جن کو مفتوح کرنا تلوار بندوق سے ممکن نہیں مگر پرانے زمانہ کے ہتھیاروں میں دعا اور عمل کا ہتھیار سب سے بڑھ کر ہے۔ ابتدا میں مجھ کو ان پر عقیدہ نہ تھا۔ مصری کتب کے پڑھنے سے جو یورپین فلاسفروں کے خیالات کا ترجمہ نہیں۔ میرے عقائد دگرگوں ہو گئے تھے۔ اتفاق کی بات ایک دن میں اپنے ایک خانگی قصہ کے سبب نہایت تشویش اور فکر میں تھا۔ میرے دل کی بے قراری حد صبر سے بڑھی جاتی تھی۔

میں صاف صاف کہتا ہوں مجھ کو عشق کا مرض تھا جس نے ہوش حواس بے ٹھکانے کر رکھے تھے میرا مطلوب ناجائز مطلوب نہ تھا۔ وہ میری بیوی تھی جس سے میں محبت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی مجھے محبت کرے۔ اور اس اندرونی اشتیاق کی قدر دان ہو جس نے مجھ کو بے اختیار کر رکھا تھا۔ میں نہیں کہ سکتا کہ اس کے دل میں کیا تھا آیا وہ مجھ پر قربان تھی یا نہیں۔ مگر اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ میری طرح اظہار کرنے والی نہ تھی اس کی خودداری اور سنجیدگی نے مجھ کو شک میں ڈال رکھا تھا دل کہتا تھا یہ عورت تجھ کو خاطر میں نہیں لاتی۔

عشق جنون کی ایک شاخ ہے۔ میرا دماغ طرح طرح کے تخیلات قائم کرتا اور خواہ مخواہ کی وہمی شکلیں بنا کر میری بیکلی کا سبب بنتا۔

آخر ایک دن توہمات کی صورت سامنے آگئی میں گھر میں گیا۔ تو دیکھا ایک دوسری عورت میری بیوی سے باتیں کر رہی ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی مگر مجھے شبہ ہوا کہ یہ دوسری عورت ضرور اس کو بہکاتی ہوگی۔

جب وہ چلی گئی۔ میں نے اپنی اہلیہ سے سوالات شروع کیئے۔ اس نیک بخت بی بی نے کہا۔ بدگمانی چھوڑ دو۔ شرفا کے لیے یہ عار ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کریں۔ اتنا کہنا میرے لیے ستم ہو گیا۔ مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کسی دوسرے مرد کے خیال میں رہتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ گھر میں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ مجھ کو اپنے جنون سے ڈر تھا کہ کہیں وہ بڑھ کر کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرا

دے۔ اسی لیے میں گھر سے نکل کر باہر آگیا۔ یہ وہی پریشانی کا دن تھا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے بار بار خیال آتا تھا۔ اس عورت کو طلاق دے دینی چاہیئے مگر پھر سوچتا کہ آخر اس کا قصور کیا دیکھا۔ اور طلاق دینے کے بعد میں کیونکر زندہ رہ سکتا ہوں۔ اس کشمکش و پیچ میں تھا کہ سامنے سے ایک شخص کھجوریں اور سرمہ فروخت کرتا ہوا گزرا۔ یہ اجنبی آدمی تھا بلکہ سینکڑوں آدمی معاش کے لیے اسی قسم کی تجارت کیا کرتے ہیں مگر میرے دل پہ اس شخص کی صورت نے بڑا اثر ڈالا خیالات کی الجھن میں تسکین سی ہونے لگی میں نے اس کو آواز دی اور کھجوریں خریدیں۔ اثنائے خرید میں دریافت کیا تم کون ہو۔ کہاں کے رہنے والے ہو۔ کیا نام ہے۔ کس جگہ قیام ہے۔

کھجور والے نے مسکرا کر کہا۔ مجھ کو ان سوالوں کے جواب کی فرصت نہیں ہے۔ اگر میری کھجوروں میں گھن یا کچھ خرابی نظر آئی ہے تو تم اس کی بابت مجھ سے کہو۔ ان سوالات سے کیا حاصل۔

میں نے کہا عربی اخلاق کے خلاف ہے اگر تم مجھ کو جواب نہ دو کھجوروں میں تو خرابی نہیں مگر کھجور والے میں نقص ضرور ہے۔

وہ بولا کھجور والے میں نقص ہے تو سمجھیے کہ بیوی میں نقص نہیں۔ بیوی والے میں کچھ خرابی ہے مجھ کو سکتہ ہو گیا۔ یہ اس نے کیا کہا۔ اس کو میرے حالات کا کیونکر علم ہو گیا۔ ضرور یہ کوئی ولی اللہ اور صاحب کشف ہے۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ ان کو کھینچا اور اپنے دل پہ رکھ لیا۔ جو زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کھجور والے نے مجھ کو گھور

کر دیکھا اور ہاتھ چھڑا لئے۔ اُس کی صورت ہیبت ناک ہو گئی تھی۔ آنکھوں سے شعلے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔
غضبناک دیکھ کر میں نے عاجزی سے کہا۔ بزرگ انسان۔ معاف کریں میں اپنے بس میں نہیں ہوں۔ میرے ہوش کو عشق کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ یہ سن کر وہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔ اور بولا۔ تیرا وہم غلط ہے وہ پارسا ہے۔ تجھ پر فدا ہے مگر منہ سے نہیں کہتی۔ بخدا اس سیدی بلال (حضرت بلال کے سر کی قسم) تیری بیوی عورت نہیں ہے مردان غیب میں سے ہے میں نے اُس کو دونوں ابدالوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا ہے۔
دو ابدال اور پرواز کے الفاظ نے مجھ کو پھر متعجب کیا۔ مگر دریافت کی مجال نہیں تھی۔ حیرت سے منہ تکنے لگا۔ بزرگ نے خود ہی فرمایا۔ کیا تم نے حدیث رسول صلعم میں نہیں پڑھا کہ ابدال خدا تعالےٰ کی ایک مقبول جماعت ہے جن کا قیام عموماً شام کے ملک میں رہتا ہے ابدالوں کو خدا نے بڑی بڑی طاقتیں دی ہیں۔ وہ آن کی آن میں لاکھوں کوس اُڑ سکتے ہیں ان کو کشف الغیب کا کمال عطا ہوتا ہے تمہاری بیوی کا باپ بھی ابدال تھا۔ عورت کو یہ رتبہ نہیں مل سکتا۔ ورنہ باپ کی موت کے بعد یہ جانشین ہوتی۔ تاہم اس کی روح میں وہ لطافت موجود ہے کہ ابدالوں کے سی پرواز کر سکتی ہے۔
اتنا کہہ کر کھجور والے بزرگ نہایت تیزی و پھرتی سے چل دیے اور میں بت بنا کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔
اسی استعجاب اور حیرانی میں گھر آگیا۔ دیکھا بیوی مسکرا رہی ہے۔

اب میں اُس سے ڈرنے لگا تھا۔ میں نے پیار کی نظر سے نہیں خوف و ادب کی نگاہ سے اس کو دیکھا اور کہا تمہارے مسکرانے کا کیا سبب ہے۔ بولی انسان اگر اُڑ سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تو اسے وہمی نے پرواز کی۔ میں نے کہا سمجھ میں نہیں آیا۔ صاف صاف کہو۔ کہنے لگی۔ مجبور والے نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ آدمی پرواز کر سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اُس کی بعض طاقتیں پرواز کرتی ہیں۔ میں خوش ہوں کہ تمہارے وہم اور شک وشبہ نے مجبور والے کی باتوں سے پرواز کی اور اب تم مجھ پر بدگمان ہونا چھوڑ دو گے۔

بیوی کے مکاشفہ نے مجھ کو بالکل مبہوت کر دیا۔ پریشان تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا پیش آرہا ہے لیکن میں نے کہا۔ یا حبیبہ بر اس سیّدی بلال۔ آگے کا لفظ زبان سے نہ نکلا تھا صرف بلال تک کہنے پایا تھا کہ بیوی نظروں سے غائب ہوگئی۔ اب تو مارے خوف کے میری بُری حالت تھی، سہم کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو بیوی سامنے بیٹھی تھی مگر وہ بھی چپ تھی۔ اور میں بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرتے ڈرتے میں نے اس تماشہ کی حقیقت دریافت کی۔ اُس نے کہا۔ یہ راز تم کو دمشق میں سیّدی بلال سے معلوم ہوگا۔ وہاں جاؤ۔ وہ سیّدی بلال صحابی رسول صلعم کے مزار پر جمعہ کے دن ملیں گے۔ چمڑہ کی ٹوپی ان کے سر پر ہوگی اور پوستین پہنے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو تو سلام کرنا اور خاموش سامنے بیٹھ جانا۔ کچھ دریافت کریں تو مختصر جواب دینا۔ اپنی طرف سے دخل درمعقولات نہ کرنا۔

یہ ارشاد ہو کہ کوئی مراد و مقصد ہے تو سلامتی ایمان و محبت رسول و آسائش زندگانی مانگنا۔

اہلیہ کے اس بیان و مشورہ سے اور مذکورہ عجیب و غریب مشاہدہ سے سفر دمشق کا شوق دامن گیر ہوا اور میں سیدھا یہاں آیا اور حسب ہدایت جمعہ کے دن سیدی حضرت بلال موذن رسول خدا صلعم کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں دیکھا کہ دو شخص اسی حلیہ اور لباس کے ہیں جن کا ذکر بیوی نے دیا تھا اور دونوں کی شکلیں بھی قریب قریب یکساں ہیں۔ میں پھر چکرا گیا کہ الٰہی ان میں میرے مقصود کون سے بزرگ ہیں۔ تاہم میں نے دونوں کو سلام کیا اور ادب کے ساتھ گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

وہ دونوں اوّل تو کچھ دیر مجھ کو بغور دیکھتے رہے اس کے بعد ان میں سے ایک صاحب نے کہا۔ پڑھ۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی اللَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت حقانی سے پیدا کیا۔ وہی رات کو دن پہ لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پہ لپیٹتا ہے اور چاند سورج کو مسخر کر دیا ہے) میں نے تیئسویں[۲۳] پارہ کی سورۃ کی یہ آیت پڑھی۔ پڑھنا تھا کہ اُن دونوں کے سر غائب ہو گئے میں ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاؤں۔ یکایک دیکھا۔ ان کے سر پھر موجود ہیں۔ آواز آئی۔ ہم نے تیری بیوی سے شکایت کی کہ اس کمزور دل والے کو کیوں بھیجا۔ اب میرے بدن میں رعشہ ہو گیا۔ زبان بے قابو تھی۔ ہر چند چاہا کہ کچھ بولوں۔ مگر بولا نہ گیا۔ آخر وہ خود ہی بولے ہم دونوں ابدال ہیں۔ ہمارا نام بلال ہے

ہم اسرار الٰہی کے نشان ہیں۔ ہمارے وجود خاکی ہیں لیکن اربع عناصر سے ہمیں کچھ سروکار نہیں۔ خاک باد آب و آتش ہمارے زیر فرمان ہے جو ہر لطیف ہم کو دیا گیا ہے مانگ کیا مانگتا ہے۔ کیا کہنا چاہتا ہے۔

اوسان باختہ تھے بے اختیار منہ سے نکلا، عمل حُب کا طلب گار ہوں۔

یہ سُن کر دونوں نے کہا۔ اَسَف۔ اَسَف (افسوس۔ افسوس) اچھا سورہ اخلاص ایک سو ایک بار پڑھ لیا کر۔ اتنا کہا تھا کہ غائب ہو گئے۔

بہت دیر تک میرے اوسان درست نہ ہوئے آخر بہ ہزار دقت وہاں سے اٹھا اور قیام گاہ پر آیا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچا تو بیوی کو صاحب فراش پایا۔ سخت بخار میں مبتلا تھی۔ دو چار روز علاج ہوتا رہا مگر جان بر نہ ہو سکی اور انتقال ہو گیا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن ۳ بار دمشق آ چکا ہوں۔ کوئی جمعہ آستانہ حضرت بلال کی حاضری سے ناغہ نہیں کرتا مگر پھر کبھی ان بزرگوں کی صورت نظر نہ آئی۔ سورہ اخلاص کا ورد جاری ہے جب کبھی اس کے آزمانے کا موقع آیا۔ حُب و تسخیر کے لیے تیر بہدف پایا۔ یہ اُن ابدالوں کی زبان کا اثر ہے۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ لیکن گزشتہ زندگی کے عجائبات آنکھوں سے دور نہیں ہوتے۔ اس دن سے میں نے جانا کہ واقعی دعا و عمل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ اگر میں اپنی بیوی کے کہنے پر عمل کرتا اور ابدالوں سے اس کی بتائی ہوئی

باتیں مانگتا تو آج کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ مگر قسمت میں یہ نہ تھا۔

حجازی دوست کی یہ عجیب و غریب داستان سن کر دوسرے دن جمعہ کو راقم فقیر دوبارہ حضرت بلال کے مزار پر حاضر ہوا۔ دل کہتا تھا۔ کاش میں بھی ان ابدالوں کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں لیکن یہ شرف آسانی سے ملنے والا نہ تھا۔ اس لیے محروم واپس آیا۔

(حیف دحسرت) (حسن نظامی دہلوی) خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی وآنریری چیف ایڈیٹر اخبار توحید میرٹھ۔

(ماہنامہ، صوفی ماہ جولائی ۱۹۱۳ء)

اذان بلال ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مشہور عنوان اذان ہے جو تا قیامت کسی لمحہ میں بھی بند نہیں ہوتی۔ چنانچہ مضمون ذیل پڑھیئے۔

دنیا میں ہر وقت اذان کی آواز

یہ بھی قدرتی طور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اذان اسلام کی آواز ہر وقت گونج رہی ہے اس لیے کہ اگر آپ دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرہ ارض کے عین مشرق میں واقع ہے یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سماٹرا، بونیو اور سیلبز بڑے مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے ۸ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے،

طلوع سحر سیلبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں۔ طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں موذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں موذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی ہیں بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران میں شام

مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں سکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہے مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے سکندریہ طرابلس تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا۔ ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے مغرب کی اذانیں سیلبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں، لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تاقیامت اسی طرح جاری رہے گا۔ وھذا آخر مارقمہ قلم الفقیر القادری ابی الصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ، بہاولپور پاکستان۔ ۱۱ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

نام کتاب	ہدیہ
فیض رضا شرح کریما	۱۵
مشکل صیغے	۱۵
مشکل ترکیبیں	۸
تحقیق شق القمر	۱۸
التحقیق العجیب فی مشروعیۃ التثویب	۳
قران السعدین فی تکبیرات العیدین	۳
الفوائد الممتازہ فی تحقیق الحمل الجنازہ	۵
آئینہ مودودی	۳
الفلاح فی القیام عند حیّ علی الفلاح	۳
کسب الکمال فی رزق الحلال	۱۲
اسؤ التعزیر فی التصویر التصویر	۱۸
تطہیر الجنان عن مطاعن العمرین و عثمان	۳
القول المقبول فی بنات الرسول	۱۳
آئینہ شیعہ نما	۱۵
شیعہ کا متعہ	۳۰
شرح الیساغوجی	۱۵

نام کتاب	ہدیہ
جنازہ حضور علیہ السلام	۱۲
طریقہ جنازہ نبی پاک	۱۲
نماز حنفی	۱۲
عبدالنبی عبدالرسول نام رکھنے کا ثبوت	۶
عید میلاد النبی کیوں	۲۰
غوث العباد فی البحث میلاد	۱۲
چراغاں کا ثبوت	۳
خوشبوئے رسول	۲۲
روئیداد مناظرہ	۱۲
علم المناظرہ	۱۰
قیام تعظیمی	۱۴
شرح حدیث لولاک	۱۳
محراب مسجد بدعت ہے	۱۴
حدیث قرطاس	۲
فضائل مدینہ	۱۲
حج کا ساتھی	۱۴
علم یعقوب علیہ السلام	۱۴
رفع التاسف فی نکاح زلیخا بیوسف	۱۴
بڑھیا کا بیڑا کرامات غوث اعظم	۱۴
برکات گیارھویں	۱۲

نام کتاب		ہدیہ
شرح حدائق بخشش	جلدنمبر	
〃 〃 〃	۳	۱۶۰
〃 〃 〃	۴	۱۶۰
〃 〃 〃	۵	
〃 〃 〃	۶	〃
〃 〃 〃	۷	〃
〃 〃 〃	۸	
〃 〃 〃	۹	〃
〃 〃 〃	۱۱	۸۰
〃 〃 〃	۱۲	۱۰۰
باقی جلدیں زیر طبع		
شہد سے میٹھا نام محمد		۸۰
تاریخ محبوب مدینہ		۱۲۰
ندائے یارسول اللہ		۱۰۰
غایۃ المامول فی علم الرسول		۱۵۰
معراج مصطفی		۳۵
شرح درود تاج		۱۲۵
نعم الحامی اردو شرح جامی		۲۵۰
صدائے نوی شرح		
مثنوی معنوی		۳۰۰
گستاخوں کا برا انجام		۸۰
ذکر اویس قرنی		۷۵
ذکر سیرانی		۶۰

نام کتاب	ہدیہ
امیر معاویہ	۴۰
چہلم کا ثبوت	۱۸
مردے سنتے جانتے ہیں	۱۰
طعام آگے رکھ کر دعا مانگنا	۱۰
کفنی لکھنا	۱۲
اذان بر قبر	۱۲
دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت	۱۲
مدلل ختم شریف	۱۰
حیلہ و اسقاط میت	۱۲
طریقہ ختم شریف	۱
اعانت الاحباب بایصال ثواب	۱۵
البرکات فی الختمات	۸
میت کی جمعراتیں	۱۴
قل خوانی یا تیجا شریف	۱۳
حاضر و ناظر کا ثبوت	۱۴
انگوٹھے چومنے کا ثبوت	۱۵
حق مذہب اہلسنت	۱۲
آمین آہستہ کہنا	۲۰
القول الصواب فی ترک المسح علی الجراب	۸
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	۱۰

عنوان	ہدیہ
مدحت رسول اردو نعتیں	۱۵
مدحت رسول سرائیکی نعتیں	۱۵
شان رسول مجموعہ نعتیں	۱۰
مخزن راز و نیاز	۶
مسائل وضو و نماز	
گلستان سعدی (اردو حاشیہ)	۵۰
القول الجلی	۸
بوستان سعدی (اردو حاشیہ)	۶۰
پندنامہ 〃	۱۴
بدائع منظوم (اردو حاشیہ)	۱۲
کریما - نام حق 〃	۱۲
پیر کا بچہ!	۱۵
آب زمزم افضل ہے یا آب کوثر	۲۵
مطالعہ کی اہمیت	۱۰
آداب رسالت کی قدر و منزلت	۱۰
[illegible] (اردو ترجمہ) احیاء العلوم	
〃 〃 جلد نمبر۱	۲۲۵
〃 〃 جلد نمبر۲	〃
〃 〃 جلد نمبر۳	〃
〃 〃 جلد نمبر۴	
سفرنامہ شام و عراق	۱۳۰
سنی اور وہابی	۲۰
اصلی اور نقلی پیر میں فرق	

نام کتاب	ہدیہ
ناسخ و منسوخ	۳۰
اسلامی سلام	۱۲
[illegible]	۲۰
جامع الکمال فی احوال الابدال	
[illegible]	۱۵
کیا سنی مسلمان مشرک ہے	〃
کعبہ کا کعبہ	〃
کن کی زبان	〃
کن کی کنجی	〃
اوجھڑی	
عقیقہ	
حسین و یزید	
بد مذہب سید نہیں	
ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت	
تحفۃ اللبیب فی زیارۃ الحبیب	
ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا	
نور الصدور فی استمداد باہل القبور	
حالات خواجہ اویس قرنی	
خواجہ عبدالخالق اویسی	۱۵

نوٹ: جن کتب کی قیمتیں درج نہیں وہ زیر طبع ہیں۔

عرشیہ ۲۵

نام کتاب	ہدیہ
کیا غوث اعظم وہابی تھے	۱۲
آئینہ دیوبند	۱۲
امام حرم اور ہم	۱۲
بے ادب بے نصیب	۲۰
نعرہ رسالت بدعت یا نعرہ تکبیر	۳
خطبات جمعہ وعیدین	۶
نور وبشر	۸
وہابی دیوبندی کی نشانی	۳۰
غیر مقلدین کی ننگے سر نماز	۸
رفع یدین	۱۲
دیوبندی وہابی ہیں	۱۲
دیوبندی امام کے پیچھے نماز کا حکم	۱۲
فضائل عمامہ شریف	۱۰
تبلیغی جماعت کا شناختی کارڈ	۵
تبلیغی جماعت کے کارنامے	۱۲
دیوبندی بریلوی فرق	۱۵
قرات خلف الامام	۱۵
مخرج ظا وضاد	۱۵
پڑھا لکھا امی	۲۰
معجزہ رد الشمس	۲۰
المعجزات	۲۵

نام کتاب	ہدیہ
شفقت مصطفیٰ بر خلقت خدا	۸
فضائل نقشہ نعلین پاک	۱۲
یزید کے غازی	۸
تفسیر اویسی جلد نمبر ۱	۴۰
فیض القرآن پارہ نمبر ۱	۳۰
البوین مصطفیٰ (مجلد)۔ (جدید کتابت)	۸۰
تعویذات عملیات اویسی	۲۲
دیہاتی جمعہ	۶
غیر بالغ امام کے پیچھے نماز	۱۲
ابواب الصرف مع القوانین	۳۵
التوضیح الکامل شرح اردو	
شرح مائۃ عامل	۳۰
خلاصۃ المیراث	۱۵
فضل الٰہی شرح اردو	
صرف بہائی	۱۳
قوائد منطق	۶
فیض النحو	۳
عربی بول چال	۱۲
بدعت ہی بدعت	۲۰
باادب بانصیب	۲۰
کراہت صلعم	۱۰